قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 30 جولائی 2022ء | یکم محرم 1444 ہجری قمری | 30 وفا 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:157

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰہِ اثۡنَا عَشَرَ شَھۡرًا فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ یَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡھَاۤ اَرۡبَعَۃٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ ۬ۙ فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِیۡھِنَّ اَنۡفُسَکُمۡ وَقَاتِلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ کَآفَّۃً ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۶﴾

(التوبہ: 36)

ترجمہ: یقیناً اللہ کے نزدیک، جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اللہ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہی ہے۔ اُن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہ قائم رہنے والا دین ہے۔ پس ان (مہینوں) کے دوران اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنا۔ اور (دوسرے مہینوں میں) مشرکوں سے اکٹھے ہو کر لڑائی کرو جس طرح وہ تم سے اکٹھے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

فرمانِ رسولؐ

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ خَفِیۡفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیۡلَتَانِ فِی الۡمِیۡزَانِ حَبِیۡبَتَانِ اِلَی الرَّحۡمٰنِ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل التسبیح حدیث نمبر 6682)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں وہ زبان پر ہلکے ہیں مگر تول میں وزنی ہیں اور وہ ہیں۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ

فرمانِ خلیفۂ وقت

سردارانِ بہشت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر و استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دیے..... درود شریف پڑھنے کے لیے میں نے گزشتہ جمعہ میں بھی کہا تھا پہلے بھی کہتا رہتا ہوں کہ اس طرف بہت توجہ دیں..... (اللہ تعالیٰ) ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی آل میں شامل فرمائے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اصل مقام روحانی آل کا ہے۔ اگر جسمانی رشتہ بھی قائم رہے تو یہ تو ایک انعام ہے۔ لیکن اگر جسمانی آل تو ہو لیکن روحانی آل کا مقام حاصل کرنے کی یہ جسمانی آل اولاد کوشش نہ کرے تو کبھی اُن برکات سے فیضیاب نہیں ہوسکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے منسلک ہونے سے اللہ تعالیٰ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

پس ہمیں ہر وقت اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔ جب بھی درود شریف پڑھیں اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کس حد تک اس درود سے فیضیاب ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ کس حد تک زمانے کے امام کی بیعت میں آکر قرآنِ کریم کی حکومت اپنے سر پر قبول کرنے والے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 23؍ نومبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

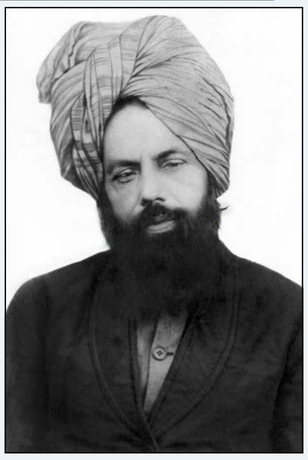

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حکم و عدل قرار دیا ہے آپؑ نے واقعہ کربلا کا اپنی تحریرات و اقوال میں رنجیدہ کیفیات و احساسات کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔ اپنے منظوم کلام میں آپ نے اپنے وجود کو آلِ رسول کے کوچہ پر نثار کرنے کو قابلِ فخر سمجھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

(درثمین فارسی صفحہ 89)

میری جان اور دل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک آلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے پر نثار ہے۔

آپؑ نے حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنھما کے کردار کے حوالہ سے فیصلہ کن بیان فرمایا:

’’حضرت حسنؓ نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہوگئے۔ پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اَور خون ہوں۔ اس لیے معاویہ سے گزارہ لے لیا۔ چونکہ حضرت حسنؓ کے اس فعل سے شیعہ پر زد ہوتی ہے اس لیے امام حسنؓ پر پورے راضی نہیں ہوئے۔ ہم تو دونوں کے ثناخواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جداجدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 579-580 ایڈیشن 1988ء)

اس شمارہ میں

- کہہ دیتا ہوں سچ بات (منظوم)
- نئے اسلامی سال کا آغاز
- حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا المناک سانحہ اور واقعہ کربلا
- محرم، حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ کی فضیلت، اہل بیت پر درود وغیرہ سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادات
- امتِ مسلمہ اور ماہِ محرم - ایک احمدی کا کردار

نیا قمری سال مبارک ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، جملہ قارئین و کارکنان، نمائندگان اور رضا کارانہ خدمات بجالانے والوں کو نیا ہجری قمری سال 1444ھ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پورا سال سانحہ کربلا اور شہادت حضرت حسینؓ میں چھپے تمام اسباق کو اپنی زندگیوں میں اتارنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

(ادارہ الفضل آن لائن)

دربارِ خلافت

قرآن کریم کے علوم و معارف کا فہم و ادراک آپؑ کے ذریعہ سے ہی ہمیں حاصل ہوا

یہ الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہر روز لگتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ دنیاوی خواہشات کی تکمیل اور اپنی بڑائی کے لئے جماعت کا قیام کیا ہے۔

بہرحال ہم جانتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تجدید و تکمیل اشاعت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا۔قرآن کریم کے علوم و معارف کا فہم و ادراک آپ کے ذریعہ سے ہی ہمیں حاصل ہوا۔ آپ نے ہر موقع پر قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائی۔ چنانچہ اس آیت قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کو مختلف مواقع پر مختلف زاویوں اور معانی کے ساتھ آپ نے پیش فرمایا اور یہی وہ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب دلا کر، اس کا پیارا بنا کر فتنہ و فساد کی حالت سے نکالنے والی بن سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے لئے اپنی بقا کو قائم رکھنے کے لئے، اپنے ملکوں میں امن قائم رکھنے کے لئے، اسلام کی شان و شوکت کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے کوئی اور راستہ نہیں۔ نیک نتائج اس وقت قائم ہوں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی ہو گی ورنہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے۔ اس وقت مَیں نے اس آیت کی تشریح میں بعض اقتباسات لئے ہیں جو آپ نے فرمائے۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ: ’’مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ کا موجب بھی یہی حُبّ دنیا ہی ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہوتی تو آسانی سے سمجھ میں آ سکتا تھا کہ فلاں فرقے کے اصول زیادہ صاف ہیں اور وہ انہیں قبول کر کے ایک ہو جاتے۔ اب جبکہ حُبّ دنیا کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہو رہی ہے تو ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان کہا جا سکتا ہے جبکہ ان کا قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ یعنی (کہو) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا‘‘۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’اب اس حُبُّ اللّٰہ کی بجائے اور اِتّباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حُبُّ الدنیا کو مقدم کیا گیا ہے۔ کیا یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیادار تھے؟ کیا وہ (نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ) سود لیا کرتے تھے؟ یا فرائض اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں غفلت کیا کرتے تھے؟ کیا آپ میں معاذ اللہ نفاق تھا، مداہنہ تھا؟ دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے؟ غور کرو! اِتّباع تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کیسے کیسے فضل کرتا ہے‘‘

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 348-349 ایڈیشن 1985ء)

لیکن آجکل عملی طور پر جو مسلمانوں کی حالت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی جو فعلی شہادت اس کے خلاف ہے وہ اس بات کی گواہ ہے کہ اُن کا یہ برا حال ہو رہا ہے۔ ملک ملک لڑ رہے ہیں۔ غیروں کے پاس جا کر ہم مسلمان ممالک دوسرے مسلمان ممالک کے خلاف لڑنے کے لئے بھیک مانگتے ہیں۔ اب گزشتہ دنوں امریکہ کے صدر نے جو ایران کے خلاف دوبارہ پابندیاں لگانے کا ایک اعلان کیا اور اس کے اوپر کام ہو رہا ہے اس پہ سارا یورپ، یورپی یونین، دوسرے ممالک اس کے خلاف ہیں۔ اور یہاں انگلستان میں ایک انگریز کالم لکھنے والے نے لکھا کہ امریکہ کے صدر کی اس حرکت پر ساری دنیا خلاف ہے سوائے تین ممالک ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ امریکہ بڑا اچھا کر رہا ہے۔ ایک تو امریکہ خود، ایک اسرائیل اور ایک سعودی عرب۔ اب سعودی عرب مسلمان ملک کے خلاف ایک غیر مسلم ملک کو جنگ کرنے کی اجازت دے رہا ہے بلکہ اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ تو یہ حالات ہیں مسلمانوں کے۔ اور اسی کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھینچا ہے کہ تم لوگ تو پھٹے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔

(خطبہ جمعہ 20/ اکتوبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

دعا کا تحفہ

سچے فیصلہ اور فتح مندی کی دعا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ نے قوم کی ہدایت سے مایوس ہو کر بالآخر اس دعا سے فیصلہ چاہا جس کے نتیجہ میں ان کی قوم زلزلہ سے تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔ (تفسیر قرطبی جزء 7 صفحہ 251)

وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیۡءٍ عِلۡمًا ؕ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلۡنَا ؕ رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ ﴿۹۰﴾

(الاعراف: 90)

ہمارا رب ہر چیز کا کامل علم رکھتا ہے۔ ہم اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچ کے مطابق فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 25-26)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

کہہ دیتا ہوں سچ بات

اس درجہ بدل جاتے ہیں اندازِ دھرم بھی
دیتا ہے کلیسا میں اذاں شیخِ حرم بھی

روشن ہیں جبینوں پہ تیرے نام کے سجدے
پہلو میں چھپائے ہوئے پھرتے ہیں صنم بھی

خاموش زبانوں کے مفاہیم کو سمجھو
لب بستوں سے قائم ہے محبت کا بھرم بھی

میں ذات کی گہرائی میں اترا تو یہ جانا
پندار میں شامل ہے نصیبا بھی، کرم بھی

کہہ دیتا ہوں سچ بات سرِ عام جبھی تو
نالاں ہیں برہمن بھی، فقیہانِ حرم بھی

جاں کلمۂ توحید پہ کرتے ہیں نچھاور
لہراتے ہیں دنیا میں محمدؐ کا علم بھی

ہم چادرِ زہرا کے تقدس کے امیں ہیں
سینوں میں چھپا رکھا ہے شبیر کا غم بھی

تاریکیاں ہوتی ہیں اجالوں کی پیامی
راتوں سے ہی ملتا ہے سویروں کو جنم بھی

عابدؔ! تری ہر بات نرالی ہے جہاں سے
ہنستے ہوئے سہتے ہو زمانے کے ستم بھی

لئیق احمد عابدؔ

ڈاکٹر نجم السحر صدیقی۔ جرمنی

نئے اسلامی سال کا آغاز

اس نئے سال کو خوشیوں کی نوید بنادے، اے ربِّ ذوالجلال!
اس وباء کو دنیا سے مِٹا دے، اے ربِّ ذوالجلال!
تا دیر رہے سلامت خلافت کا سایہ ہمارے سروں پر
ہم بے کسوں کی سن لے پُکار، اے ربِّ ذوالجلال

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہم نئے اسلامی سال میں داخل ہو رہے ہیں۔ خدا کرے کہ آنے والا یہ نیا سال ہم سب کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو اور دنیا جو ایک مسلسل وبائی مرض میں گھری ہوئی ہے وہ اس دنیا سے ختم ہو جائے اور دنیا اپنے خالق وواحد کو پہچاننے والی بن جائے۔ آج کل کی تیز رفتار دنیا میں جہاں وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا نئی نئی ایجادات اور لغویات نے اس طرح سے لوگوں کو اپنے شکنجے میں کیا ہوا ہے کہ لوگ اپنے رحمی رشتوں، عزیز رشتہ داروں اور حتٰی کہ اپنے خالقِ حقیقی سے بھی دور جا رہے ہیں اور اپنے مقصدِ حیات کو بُھلا بیٹھے ہیں۔ ہر آنے والا سال انسان کی موت کو قریب تر کر آجانے کی خبر دیتا ہے، مگر یہ غافل انسان ہے کہ دنیا کو اپنے لئے ہمیشہ کی قرار گاہ سمجھے بیٹھا ہے حالانکہ اسکے سامنے ہر سال بڑے بڑے لوگ سپردِ خاک ہوئے اور ایک دن ہم سب کو اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے۔

اک نہ اک دن پیش ہو گا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہو گی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکم خدا کے سامنے

(درثمین)

ایک سال کے ختم ہو جانے اور دوسرے سال کے آغاز سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر شخص کی عمر میں ایک سال کا اضافہ ہوگیا ہے۔ یعنی وہ اگر 40 سال کا تھا تو ایک سال گزرنے کے بعد وہ اکتالیس (41) کا ہوگیا ہے۔ لیکن اگر سوچا جائے تو اسے معلوم ہو گا کہ گزرنے والے سال نے بجائے اضافہ کے اس کی مقررہ عمر سے ایک سال اور کم کر دیا ہے۔

اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا جائے گا اور ایک دن اسے بھی اس دارِ فانی سے کوچ کرنا پڑے گا اور اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہونا پڑے گا چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۳﴾'' یعنی قسم ہے زمانے کی یقیناً انسان خسارے میں ہے۔ اور ایسا خسارہ جس سے کسی انسان کو بھی انکار کی مجال نہیں۔ انسان اس زمانے کی چکا چوند میں اتنا ڈوب گیا ہے کہ وہ اس بات کو بھلا بیٹھا ہے کہ ایک دن اسے اس جہان سے رخصت بھی ہونا ہے اور اُس جہان میں جانا ہے جو لافانی ہے جہاں ہر چیز کا فیصلہ اس کے نامہ اعمال کے نتیجے پر ہی منحصر ہو گا۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خسرانِ عظیم سے بچنے کے طریق بھی بتادئے ہیں کہ اگر انسان اپنا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھے گا تو وہ خسارے سے بچ سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۴﴾ (العصر:4)

ترجمہ: سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور حق پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور صبر پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی (از خلیفۃ المسیح الرابعؒ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن چار اوصاف کا ذِکر فرمایا ہے جس کو اپنا کر انسان خسارۂ عظیم سے بچ سکتا ہے۔

اوّل۔ جن کے دلوں میں حقیقی ایمان کی شمع روشن ہوتی ہے اور وہ خدا اور اُس کے بھیجے ہوئے پر کامل ایمان رکھتے ہوں۔

دوئم۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لاتے ہوئے نیک اعمال بجا لاتے ہیں کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیتے ہوں اور ہر وقت اللہ کی خاطر ہر مشکل کے لئے تیار رہتے ہیں۔

سوئم۔ وہ لوگ جو نہ صرف خود حق بات پر قائم رہتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی صاف اور سچی بات پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ عبادات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

چہارم۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت میں وہ لوگ اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اُس کی راہ میں چلتے ہوئے جو مشکلات اور دشواریاں آتی ہیں اُن پر صبر وشکر سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ صبر مومن کا ہتھیار ہے جو ایک سچے مسلمان کو حقیقی جنت کا وارِث بناتا ہے۔

اس مختصر تشریح سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر ہم اس نئے سال میں ان چاروں باتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگیاں گزاریں تو ہم بہت بڑا نقصان اٹھانے سے بچ سکتے ہیں۔ خدا کے فضل سے ہماری جماعت کو مامور وقت کی شناخت کے ساتھ وہ تازہ ایمان نصیب ہوا، اب اس کو قائم رکھنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہر احمدی کا کام ہے۔ کہ ہم سب اپنی زندگیاں اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے گزاریں اور قرآنِ کریم کی تعلیمات پر کما حقّہٗ عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطاب میں تمام احباب جماعت کو نئے سال کی مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا ''دعا کریں کہ یہ سال جماعت کے لیے، دنیا کے لیے، انسانیت کے لیے بابرکت ہو، ہم بھی اپنا فرض ادا کرتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والے اور اپنی عبادتوں کے معیار بڑھانے والے بن جائیں اور دنیا والے بھی اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے بن جائیں۔ کہیں یہ وباء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں اپنے حقوق و فرائض کی طرف توجہ دلانے کے لئے نہ ہو، یہ تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہلانا چاہتا ہے، بتانا چاہتا، توجہ دلانا چاہتا ہے۔ اس طرف کسی کی سوچ نہیں ہے، پس یہ سال مبارک بادوں کا سال اس وقت بنے گا جب ہم اپنے فرائض کو ادا کرنے والے ہوں گے۔ ہم جو زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے والے ہیں۔ کیا ہماری اپنی حالتیں ایسی ہو چکی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ خالصۃً اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے والے ہیں یا ابھی ہمیں اپنی اصلاح کرنے اور ایک دوسرے سے پیار ومحبت کے جذبات کو غیرمعمولی معیاروں تک لانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ساری دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہر احمدی، مرد، عورت جوان، بچہ بوڑھا اس بات کو سمجھتے ہوئے یہ عہد کرے کہ اس سال میں نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنا ہے۔ جو کوتاہیاں اور کمیاں گذشتہ سالوں میں ہم سے ہوگئیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنیں یا ہمیں بعض انعاموں سے محروم رکھنے کا باعث بنیں ان سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے اور اپنے انعاموں کا اور فضلوں کا وارث بنائے اور ہم حقیقی مومن بن جائیں''

(خطبہ جمعہ یکم جنوری 2021ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک احمدی کو کیسا ہونا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں'' آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے'' فرمایا کہ '' کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو، متقی بنو، ہر ایک بدی سے بچو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ، نمازوں میں دعائیں کرو نماز میں دعائیں تب ہی ہوں گی جب نمازوں کا حق ادا کرنے والے ہوں گے انہیں سنوار کر پڑھنے والے ہوں گے۔ فرمایا کہ ''نرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔۔۔۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے فرمایا عمل صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرّہ بھر فساد نہ ہو۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 274-275)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا بنائے اور حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام اور خلیفۂ وقت کے تمام حکموں اور ارشادات پر عمل کرتے ہوئے اس نئے سال کو گزارنے والا بنائے تا کہ ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے اور ہماری اولاد در اولاد کو احمدیت سے وابستہ رکھے تا کہ وہ ہمیشہ کے خسرانِ عظیم سے بچنے والے ہوں اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین ثم آمین۔

خواجہ عبدالعظیم احمد۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ نائیجیریا

گلِ گلشن رسولؐ، جگر گوشہ بتول حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا المناک سانحہ اور واقعہ کربلا

’’ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کی اتباع میں ایسے کھوئے جائیں کہ خود حسین بن جاویں‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

ابتدائیہ

جس دل میں بھی حبّ مصطفوی ہے، قطع نظر مسلکی تعلق اور فکری اختلاف کے، اس کے دل میں محرم کے ان دنوں میں ایک ہوک ضرور اٹھتی ہے۔ دل سے اٹھنے والا ایک کرب، ایک تکلیف بسا اوقات آنکھ کے ذریعے بہہ جاتا ہے۔ ان دنوں میں وہ روح فرسا واقعہ ہوا کہ تاریخ اسلام کا ہر طالبعلم اس سے سخت رنجیدہ ہوتا ہے۔ وہ بچہ جس کو حضرت سرور کونین ﷺ اپنی گود میں کھلایا کرتے تھے، جس کا بوسہ لیا کرتے تھے، آپ نے جس کو جنت کے نوجوانوں کا سردار کہا، جس سے نبی ﷺ کی خوشبو آیا کرتی تھی، جو سراپے میں نبی رحمت ﷺ جیسا دکھائی دیتا تھا۔ جو خانوادہ رسول ﷺ کا روشن چراغ تھا۔ جو اسد اللہ و جۃ اللہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ الکریم کا صاحبزادہ تھا، جو فاطمۃ الزہراء کا لخت جگر تھا، اس کو نہایت سفاکی و بے رحمی سے زمینِ کربلا میں شہید کر دیا گیا۔

حضرت امیر معاویہؓ

اموی خلافت جو قریباً اسّی سال پر محیط رہی کے بانی حضرت امیر معاویہ بعثت نبوی ﷺ سے پانچ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ بنو امیہ کے چشم و چراغ تھے اور امیہ قریش کے معززترین سرداروں میں سے ایک تھے۔ امیہ کے بیٹے حرب مشہور جنگ فجار میں قبیلہ قریش کے سپہ سالار تھے۔ آپ اور آپ کے والد ابو سفیان، والدہ ہند اور بھائی یزید فتح مکہ کے روز اسلام لائے جبکہ آپ کی عمر تئیس سال تھی۔ آپ نے آنحضرت ﷺ سے قریباً ایک سو تریسٹھ احادیث روایت کیں۔ آپ سے کئی صحابہ و تابعین نے احادیث روایت کیں۔ امام ترمذی اپنی سنن میں آپ کے حوالہ سے ایک حدیث لائے ہیں جس میں آپ کے بارہ میں حضور اکرم کی ایک دعا روایت ہوئی۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا، ’’اے اللہ! تو ان کو ہدایت دے اور ہدایت یافتہ بنا دے، اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے۔‘‘ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اس روایت کے علاوہ چند اور روایات آپ کے مناقب میں مسند احمد بن حنبل، المصنف لابن ابی شیبہ اور طبرانی الکبیر وغیرہ کے ذخیرہ احادیث میں ملتی ہیں۔ آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کے بعد اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس صلح کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کی ایک پیشگوئی بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے:

ابوموسیٰ نے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن بصری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ قسم اللہ کی جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما (معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں) پہاڑوں میں لشکر لے کر پہنچے، تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا (جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے) کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مقابل کو نیست و نابود کیے بغیر واپس نہ جائے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا اور قسم اللہ کی، وہ ان دونوں اصحاب میں زیادہ اچھے تھے، کہ اے عمرو! اگر اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا، یا اس نے اس کو کر دیا، تو (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) لوگوں کے امور (کی جواب دہی کے لیے) میرے ساتھ کون ذمہ داری لے گا، لوگوں کی بیوہ عورتوں کی خبر گیری کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہو گا۔ لوگوں کی آل اولاد کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہو گا۔ آخر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو آدمی بھیجے۔ عبد الرحمٰن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز، آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے یہاں جاؤ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو، ان سے اس پر گفتگو کرو اور فیصلہ انہیں کی مرضی پر چھوڑ دو۔ چنانچہ یہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی اور فیصلہ آپ ہی کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم بنو عبد المطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو خلافت کی وجہ سے روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہوگئی ہے اور ہمارے ساتھ یہ لوگ ہیں، یہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں، بغیر روپیہ دیئے ماننے والے نہیں۔ وہ کہنے لگے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا اتنا روپیہ دینے پر راضی ہیں اور آپ سے صلح چاہتے ہیں۔ فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے اور آپ سے پوچھا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ ان دونوں قاصدوں نے کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت حسن نے جس چیز کے متعلق بھی پوچھا، تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ آخر آپ نے صلح کر لی، پھر فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے، آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔ امام بخاری نے کہا مجھ سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا کہ ہمارے نزدیک اس حدیث سے حسن بصری کا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت ہوا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلح باب بَابُ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: ’’ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ‘‘ حدیث نمبر 4704)

آپ کی وفات رجب کے مہینے میں سن 60ھ میں ہوئی، وفات کے وقت آپ کی عمر قریباً 77 سال تھی۔

یزید بن معاویہ کی ولی عہدی

آپ نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینا چاہی، تو بعض صحابہ نے اس امر کی مخالفت کی۔ بہر حال وفات کے وقت حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو چند باتیں وصیت کیں۔ جن میں سے بعض جامعہ بغداد کے پروفیسر اور معروف عرب عالم ڈاکٹر حسن ابراہین حسن اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں۔

’’جب امیر معاویہ اپنی مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنے بیٹے یزید کو کچھ نصائح کیں جن سے آپ کی جہاندیدگی، آپ کے تجربہ اور لوگوں کے احوال سے واقفیت ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ نے کہا، ’’اہل حجاز کی طرف نظر کرو، ان میں بعض لوگوں کے ساتھ تمہارا خاندانی تعلق ہے۔ جو ان میں سے تمہارے پاس آئے اس کا اکرام کرنا، اور جو تمہارے پاس بیٹھے اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا۔ اہل عراق کو دیکھو، اگر وہ تم سے ہر روز عاملین کے تبدیلی کا مطالبہ کریں تو بغیر پس و پیش تبدیلی کر دیا کرنا۔ ایک عامل کو اتارنا ایک لاکھ تلواروں کو بے نیام کرنے سے بہتر ہے۔۔۔ مجھے صرف تم سے تین لوگوں کے معاملہ میں اندیشے ہیں، ایک حسین بن علی دوسرے عبد اللہ بن زبیر اور تیسرے عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنھم اجمعین) جہاں تک حسین بن علی کا تعلق ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ ان سے متعلق تمہارے لئے کافی ہو جائے، کیونکہ ان کے والد کو شہید کیا گیا اور ان کے بھائی کو سرنگوں کیا گیا۔ عبد اللہ بن زبیر سے متعلق یاد رکھو کہ وہ اپنا مافی الضمیر چھپانے میں مہارت رکھتے ہیں اگر تم ان پر غلبہ پاؤ تو ان کو اپنی راہ سے ہٹا دینا۔ اور عبد اللہ بن عمر اپنے زہد و ورع میں مشغول رہتے ہیں تو تم ان اور ان کی آخرت میں سے پرے ہٹ جانا وہ تمہارے اور تمہاری دنیا کی راہ سے پرے ہٹ جائیں گے۔‘‘

(تاریخ الاسلام الجزء الاول الدولۃ العربیۃ فی الشرق و مصر والمغرب والاندلس صفحہ 233 مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ المصریۃ القاھرۃ 2010)

عبد اللہ ابن زبیر نے تجویز کیا کہ آپ مکہ میں رہ کر اپنی خلافت کی جدوجہد کریں ہم سب آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن جب امام حسین رضامند نہ ہوئے تو حضرت عبد اللہ ابن عباس نے آپ کو کوفہ کی بجائے یمن جانے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ اگر کوفہ کا سفر آپ کے نزدیک ضروری ہے تو پہلے کوفیوں کو لکھیے کہ وہ یزید کے حاکموں کو وہاں سے نکالیں پھر آپ وہاں کا قصد کریں۔ لیکن حضرت امام حسین نے کہا کہ ’’میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں عزم کر چکا ہوں۔‘‘

(مروج الذھب و معادن الجوھر جلد چہارم صفحہ 80 مطبوعہ شرکۃ القدس للتصدیر القاھرۃ الطبعۃ الاولیٰ 2009)

حضرت امیر معاویہ کی وفات کے بعد یزید تخت پر بیٹھا۔ یہ حضرت امیر معاویہ کی بیوی میسون بنت بحدل الکلبی کے بطن سے پیدا ہوا۔ یہ ایک بدوی عورت تھی جو آپ کے ساتھ شام میں نہ رہ سکی سو آپ نے اس کو واپس اس کے علاقہ میں بھجوا دیا۔ یزید بھی وہیں اپنی ماں کے ساتھ رہا۔

امام عسقلانی یزید کی حکومت کے اوائل ایام اور اس کی بیعت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

’’اپنی حکومت کے اوائل میں اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کا حکم دیا۔ کچھ لوگوں نے بیعت کر لی۔ مگر حضرت امام حسین بن علی، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے اس کی بیعت نہ کی۔ اس پر یزید نے مدینہ پر مامور عامل ولید بن عتبہ کو خط لکھا کہ تم ان لوگوں سے بیعت لو۔‘‘

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ الجزء الثانی صفحہ 67 مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیۃ)

اس پر حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے اس کی بیعت کر لی جبکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر مکہ چلے گئے اور حرم کعبہ میں پناہ لے لی۔ اس (ولید) نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں ایک شدید مزاحمت کا عنصر دیکھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ کے ساتھ صلح کی بھی مخالفت کی تھی، چنانچہ امام ابن اثیر اپنی شہرہ آفاق کتاب، اسد الغابۃ میں لکھتے ہیں:۔

’’حسین (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بھائی کی امیر معاویہ سے صلح اور ان کی معاملہ خلافت کی سپردگی کو بھی ناپسند کیا۔ جب آپ نے اس معاملہ میں

حضرت حسن سے کچھ بحث کی تو آپ نے امام حسین کو خاموش رہنے کو کہا۔ اور فرمایا، میں اس معاملہ کو تم سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔''

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد دوم صفحہ 172 مطبوعہ دار ابن الجوزی القاھرة الطبعة الاولیٰ 2017)

حضرت امام حسین اور اہل کوفہ کے خطوط

حضرت امیر معاویہ کی وفات کے بعد یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کا گورنر رہنے دیا۔ اور حضرت نعمان بن بشیر کو کوفہ کا۔ جب یزید کی بیعت کا چرچا بڑھا تو امام حسین رجب 60 ھ کے آواخر میں مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے اور شعبان 60ھ کے پہلے ہفتے میں مکہ پہنچے۔ اہل کوفہ نے حضرت امام حسین کی جانب خطوط لکھنا شروع کئے۔ بعض نے یہاں تک لکھا کہ ایک لاکھ لوگ آپ کے انتظار میں نگاہیں فرش راہ کئے بیٹھے ہیں اور آپ کی بیعت کے لئے تیار ہیں۔

ان خطوط میں سے بعض کا ذکر کرتے ہوئے المسعودی اپنی مایہ ناز تاریخ مروج الذھب و معادن الجوھر میں لکھتے ہیں،

''ارسل اھل الکوفة الیٰ حسین بن علی :انا قد حبسنا علی بیعتك،ونحن نموت دونك۔ ولسنا نحضر جمعة و لا جماعة بسببك۔''

(مروج الذھب و معادن الجوھر جلد چہارم صفحہ 78 مطبوعہ شرکة القدس للتصدیر القاھرة الطبعة الاولیٰ 2009)

یعنی اہل کوفہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی جانب خطوط لکھے کہ ہم آپ کی بیعت کرنے کے لئے رکے ہوئے ہیں۔ اور ہم آپ پر اپنی جانیں تک وار دیں گے۔ ہم آپ کے سبب (یعنی آپ کی بیعت کے انتظار میں) نہ ہی ہم جمعہ کی نماز کے لئے مساجد میں جا رہے ہیں اور نہ ہی نماز باجماعت کے لئے۔

امام ابن کثیر نے ان خطوط کی تعداد کے بارہ میں ایک روایت لکھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''حسین ابن علی نے عبداللہ بن زبیر کو کہا، مجھے چالیس ہزار افراد کے خطوط بیعت کے حوالہ سے ملے ہیں۔''

(البدایة والنھایة جلد ہشتم صفحہ 336 مطبوعہ دار ابن رجب المنصورة الطبعة الاولیٰ 2005)

ان خطوط کے پڑھنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ سے کوفہ کی جانب نکلنے کی تیاری شروع کی۔ آپ کے رفقاء میں سے بعض نے جن میں آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس وغیرہم نے آپ کو مکہ سے نکلنے سے منع کیا اور روکنے کی کوشش کی۔

امام ابن اثیر اپنی کتاب، اسد الغابة میں ان رفقاء کے منع کرنے پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے جواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''حسین (رضی اللہ عنہ) نے ان کو کہا، میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا میں اسی کی بجا آوری کے لئے جا رہا ہوں۔''

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد دوم صفحہ 172 مطبوعہ دار ابن الجوزی القاھرة الطبعة الاولیٰ 2017)

حضرت امام حسین کا سفر بطرف کوفہ اور حضرت مسلم بن عقیل کی المناک شہادت

حضرت امام حسین 10 ذوالحجة کو مکہ سے عراق کی جانب نکلے۔ آپ نے خود نکلنے سے قبل حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ اس کی منظر کشی امام محمد بن جریر الطبری نے اپنی کتاب تاریخ طبری میں کی، آپ لکھتے ہیں۔

''حضرت امام حسین نے ان خطوط کی وصولی کے بعد حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا تا کہ وہ اصل صورت حال معلوم کریں۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر لوگ اکٹھے ہوئے۔ اس بات کا علم ابن زیاد کو ہوا۔ تو وہ ھانی بن عروہ کے گھر آیا اور آپ کو قتل کر دیا۔۔۔ اس کے بعد ابن زیاد کو مسلم بن عقیل کی مخبری کی گئی اور بالآخر مسلم بن عقیل کو بھی شہید کر دیا گیا۔''

(صحیح تاریخ الطبری، الخلافة فی عھد الامویین، المجلد الرابع صفحہ 114 الطبعة الثانیة مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت 2013)

حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ پہنچنے پر آپ نے لوگوں کو جمع کیا، حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ پہنچنے کے پہلے ہی دن بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ کوفہ کے حاکم نے ان کے ساتھ نرمی سے کام لیا۔ کوفیوں کے جذبات سے متاثر ہو کر مسلم بن عقیل نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کا خط لکھا۔

(تاریخ الطبری (ذیول)، تاریخ الرسل و الملوک، المجلد الخامس صفحہ 395 مطبوعہ دار المعارف القاھرة 2017)

مگر وہی جو امام حسین کی بیعت کا دم بھرتے تھے انہوں نے بعد میں آپ کو تنہا چھوڑ دیا۔ اس سلسلہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مسلمؓ نے 70 ہزار آدمیوں کو نماز پڑھائی اور اُن سے حضرت امام حسینؓ کی رفاقت کا عہد لیا۔ مگر جب کسی شخص نے یزید کے آنے کی خبر دی۔ تو سب کے سب آپ کو تنہا چھوڑ گئے۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 249)

یزید نے فوراً حضرت نعمان بن بشیر کو ان کی نرمی و لطف کی بناء پر معزول کر دیا اور عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ کوفہ پہنچ کر اس نے اعلان کیا کہ جو لوگ مسلم بن عقیلؓ سے اپنی وفاداریاں توڑ لیں گے انہیں امان دی جائے گی۔ اس کے بعد ہر محلہ کے رئیس کو بلایا اور اسے اپنے اپنے علاقہ کے امن و امان کا ذمہ دار قرار دے کر مسلم بن عقیل کی جائے پناہ کی تلاش شروع کر دی۔ اس وقت مسلم بن عقیلؓ، ہانی بن عروہ کے ہاں چلے گئے۔ عبیداللہ بن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بلا کر مسلم کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ ہانی بن عروہ نے انکار کر دیا جس پر انہیں قید میں ڈال کر مار پیٹ کی گئی۔

حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کے واقعہ کی کچھ تفصیل المسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھی۔ آپ لکھتے ہیں۔

''مسلم بن عقیل کو شہید کرنے کے بعد ابن زیاد نے آپ کو سولی پر چڑھایا، اور آپ کا سر دمشق بھجوایا گیا۔ یہ بنو ہاشم میں سے سب سے پہلے شخص تھے جن کو سولی پر چڑھایا گیا اور جن کا سر تن سے الگ کر کے دمشق بھجوایا گیا۔''

(مروج الذھب و معادن الجوھر جلد چہارم صفحہ 86 مطبوعہ شرکة القدس للتصدیر القاھرة الطبعة الاولیٰ 2009)

اس سفر کے دوران جب آپ صفاح کے مقام پر پہنچے تو آپ کو مشہور عرب شاعر فرزدق بھی ملا، آپ نے اس سے عراق کے ''موسم'' کا احوال پوچھا تو اس نے جواب میں کہا،

''یا ابن رسول اللہ، قلوبھم معك و سیوفھم مع بنی امیة''

یعنی اے پسر رسول! ان کے دل تو شاید آپ کے ساتھ دھڑکتے ہوں مگر تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔

جب امام حسین قادسیہ پہنچے تو آپ کو حر بن یزید بن تمیمی ملا اور اس نے آپ کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر دی اور مشورہ دیا کہ امام واپس تشریف لے جائیں۔ اس پر امام واپسی پر آمادہ ہو گئے مگر مسلم بن عقیل کے بھائیوں نے اصرار کیا کہ ہم اپنے بھائی کا بدلہ لئے بغیر ہرگز واپس نہیں جائیں گے خواہ ہم سب قتل ہو جائیں۔

جب ابن زیاد کو اس بات کا علم ہوا کہ امام اپنے اصحاب کے ساتھ عازم سفر ہیں تو اس نے بصرہ اور شام کے درمیانی راستہ واقصہ پر ناکہ لگا دیا اور حکم دیا کہ اس علاقہ سے نہ ہی کسی کو آنے دیا جائے اور نہ جانے دیا جائے۔ امام اپنے راستہ میں بعض اعرابیوں سے ملے اور ان سے حال احوال پوچھا اور راستہ سے متعلق معلومات لینا چاہیں۔ ان اعرابیوں نے آپ کو بتایا کہ وہاں راستہ میں تو ناکہ لگا ہوا ہے نہ کسی کو آنے دیا جا رہا ہے نہ جانے دیا جا رہا ہے۔ آپ نے سفر جاری رکھا۔

حضرت امام حسین اور آپ کے رفقاء کو قادسیہ کے قریب کوفہ کے جنوب میں حر بن یزید التمیمی کی سربراہی میں لگ بھگ 1,000 افراد نے روک لیا۔ اور کہا کہ امام حسین کو اس کے ساتھ ابن زیاد کے پاس جانا چاہیے، جس سے آپ نے انکار کر دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ قادسیہ کی طرف بڑھنے لگا اور حر ان کے پیچھے آ گیا۔ نینوا میں حر کو ابن زیاد کی طرف سے حکم ملا کہ امام حسین کا قافلہ بغیر کسی قلعے اور پانی کے ویران جگہ پر رکنے پر مجبور کیا جائے۔ آپ کے ایک ساتھی نے مشورہ دیا کہ وہ حر پر حملہ کریں اور اقرار کے قلعے والے گاؤں چلے جائیں۔ حضرت امام حسین نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ وہ دشمنی شروع نہیں کرنا چاہتے۔''

(ماخوذ از تاریخ الطبری (ذیول) تاریخ الرسل و الملوک المجلد الخامس صفحہ 411 تا 414 مطبوعہ دار المعارف القاھرة 2017 و الاصابة فی تمییز الصحابة الجزء الثانی صفحہ 69 مطبوعہ المکتبة التوفیقیة)

حضرت امام حسین کا ورود کربلا

جب آپ نے عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد کے قافلہ کو دیکھا تو اس قافلہ نے آپ اور آپ کے رفقاء کو کربلا کی جانب موڑ دیا۔

آپ مورخہ 2 محرم 61 ھ کو کربلا کے مقام پر پہنچے، جب آپ اس علاقہ میں پہنچے تو آپ نے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے؟ تو جواب دیا گیا اس کا نام کربلا ہے، اس پر آپ نے فرمایا۔ کرب و بلاء یعنی اس جگہ کرب و مصیبت اور آزمائش ہی ہو گی۔

(البدایة والنھایة جلد ہشتم صفحہ 344 مطبوعہ دار ابن رجب المنصورة الطبعة الاولیٰ 2005)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ 2 محرم 61 ہجری کو کربلا پہنچے اور کچھ دیر توقف کے بعد اپنے اصحاب اور اہل بیت کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا، چوتھی صدی ہجری کے ایک عالم جناب محمد بن علی الحرانی نے اس خطبہ کا ذکر اپنی کتاب تحف العقول عن آل الرسول میں کیا ہے، لکھتے ہیں۔ کہ امام حسین نے فرمایا۔

اما بعد، معاملات نے ہمارے ساتھ جو صورت اختیار کر لی ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ یقیناً دنیا نے رنگ بدل لیا ہے اور بہت بری شکل اختیار کر گئی ہے۔ اس کی بھلائیوں نے منہ پھیر لیا ہے اور نیکیاں ختم ہو گئی ہیں اور اب اس میں اتنی ہی اچھائیاں باقی رہ گئی ہیں جتنی کسی برتن کی تہہ میں باقی رہ جانے والا پانی۔ اب زندگی ایسی ہی ذلت آمیز اور پست ہو گئی ہے جیسا کہ کوئی سنگلاخ اور چٹیل میدان۔ تم دیکھ رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور کوئی باطل سے روکنے والا نہیں ہے۔ ان حالات میں ایک مومن کو چاہیے کہ وہ خدا سے ملنے کی آرزو کرے۔ میں جانبازی اور شجاعت کی موت کو ایک سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا میرے نزدیک ذلت اور حقارت ہے۔ لوگ دنیا کے غلام ہیں اور دین صرف ان کی زبانوں پر رہتا ہے۔ یہ بس اس وقت تک دین کے حامی ہیں جب تک

ان کی زندگی آرام اور آسائش سے گزرے اور جب امتحان میں ڈالے جائیں تو دیندار بہت کم رہ جاتے ہیں۔

(تحف العقول عن آل الرسول صفحہ 174 مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت 2002)

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ’’جب امام حسین نے ابن زیاد وغیرہ کا لشکر دیکھا تو ان سے کہا کہ یا تو ان کو یزید کے پاس لے جایا جائے تا وہ خود اس سے بات کر لیں۔ یا واپس بھیج دیا جائے یا مسلمانوں کے کسی علاقہ میں بھجوا دیا جائے۔ ان تینوں باتوں کو رد کر دیا گیا اور آپ سے لڑنے کے لئے ظلم و بربریت کو روا رکھا گیا۔‘‘

(تاریخ الخلفاء صفحہ 185 مطبوعہ المکتبۃ العصریۃ بیروت 2011 و الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ الجزء الثانی صفحہ 69 مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیۃ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’دیکھو! کیسے امام حسین رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ہزاروں نادان یزید کے ساتھ ہو گئے اور اس امام معصوم کو ہاتھ اور زبان سے دُکھ دیا آخر بجز قتل کے راضی نہ ہوئے۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 255)

حضرت امام حسین اور آپ کے اہل خانہ و رفقاء 3 سے 6 محرم تک اس لق و دق صحرائی میدان میں خیمہ زن رہے۔ اس دوران ان سے پانی کی ترسیل بھی روک دی گئی۔ 7 محرم کو ابن سعد کو عبید اللہ بن زیاد کا خط ملا کہ امام حسین کے کیمپ میں پانی کی فراہمی کی جائے۔ اور پانی پر بھی اپنی ظالم فوج بٹھا دی۔ اس کے بعد آپ سے پانی دوبارہ روک دیا گیا۔

ابو مخنف کے نزدیک ابن سعد اور حضرت امام حسین کے درمیان مذاکرات تین یا چار مرتبہ ہوئے۔ انہی مذاکرات کے ایک دور کے آخر میں عمر بن سعد نے ایک خط میں ابن زیاد کو لکھا:

’’حسین بن علی (رضی اللہ عنہ) نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں۔ یا اسلامی ممالک کے کسی سرحدی علاقے میں چلے جائیں اور حقوق و فرائض میں دوسرے مسلمانوں کی مانند ہوں اور مسلمانوں کے فائدے اور نقصان میں شریک ہوں۔ یا پھر خود یزید کے پاس چلے جائیں تا کہ وہ (یزید) ان کے بارے میں فیصلہ دے اور اس فیصلے کو نافذ کرے اور یہی آپ کی خوشنودی کا باعث اور امت کی مصلحت ہے۔ خط ابن زیاد نے پڑھا اور کہا، ’’یہ اس مرد کا خط ہے جو اپنے امیر کا خیرخواہ اور اپنی قوم پر شفیق ہے‘‘ ابن زیاد اس تجویز کو قبول ہی کرنے والا تھا کہ شمر بن ذی الجوشن جو مجلس میں حاضر تھا اس نے ابن زیاد کو بہت اشتعال دلایا اس پر ابن زیاد نے ذی الجوشن سے کہا، ’’یہ خط عمر بن سعد کو پہنچا دو تا کہ وہ حسین بن علی (رضی اللہ عنہ) اور ان کے اصحاب سے کہہ دے کہ وہ میرے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کریں، اگر وہ قبول کریں تو انہیں صحیح سلامت میرے پاس روانہ کرے اور اگر قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ جنگ کرے، اگر عمر بن سعد ایسا کرے تو اس کی اطاعت کرنا اور اس کے احکامات ماننا، اور اگر انکار کرے تو اس کے ساتھ جنگ کرنا کیونکہ اس (عمر بن سعد) کے بعد تم قوم کے سردار ہو، پھر عمر بن سعد کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دینا۔

۔۔۔9 محرم سنہ 61 ہجری کی شام کو شمر بن ذی الجوشن ابن زیاد کا حکم لے کر عمر بن سعد کے پاس کربلا پہنچا اور حکم نامہ عمر بن سعد کے حوالے کیا۔ عمر بن سعد نے یہ خط پڑھ کر کہا۔ ’’میں خود اپنی ذمہ داری نبھاؤں گا۔‘‘

(تاریخ الطبری (ذیول)، تاریخ الرسل و الملوک، المجلد الخامس صفحہ 414 مطبوعہ دار المعارف القاہرۃ 2017)

واقعہ شہادت

عاشوراء کے روز جنگ شروع ہوئی اور اہل بیت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء بڑی جانمردی سے لڑے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ سب سے آخر پر حضرت امام حسین اکیلے رہ گئے۔

علامہ ابن اثیر اپنی کتاب اسد الغابۃ میں اس واقعہ کی تفصیل لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’یزید نے عمر بن سعد سے ری کے علاقہ کی گورنری کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ اس نام میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کس (بدبخت) نے حضرت امام کو شہید کیا، بعض کے نزدیک سنان بن انس (یہ سنان حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے نہیں جیسا کہ اہل التشیع کا ماننا ہے) نے آپ کو شہید کیا اور بعض کے نزدیک شمر بن ذی الجوشن نے آپ کو شہید کیا۔ کچھ عمر بن سعد کو آپ کے قاتل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک آپ کو سنان بن انس النخعی نے شہید کیا۔ شمر نے لوگوں کو آپ کے قتل پر ابھارا تھا اور عمر بن سعد اس سارے لشکر کا سردار تھا۔‘‘

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد دوم صفحہ 172 173 مطبوعہ دار ابن الجوزی القاہرۃ الطبعۃ الاولیٰ 2017)

ابن سعد کے متعلق سنی علماء اس بات کے قائل ہیں کہ انہوں نے حتیٰ المقدور معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی مگر شیعہ اس کے برعکس ابن سعد کو قاتلین حسین میں سے گردانتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد اپنی کتاب ’’سانحہ کربلا‘‘ میں لکھتے ہیں۔

’’یہ عمرو بن سعد کون تھے؟ افسوس کہ ان کے نام کو گالی بنا دیا گیا ہے۔ یہ تھے حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران اور یکے از عشرہ مبشرہ کے بیٹے جن کو حضرت حسین کے ساتھ قرابت داری بھی ہے وہ بھی مصالحت کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔‘‘

(سانحہ کربلا صفحہ 36 شائع کردہ مکتبہ خدام القرآن۔ لاہور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بار امام حسین پر آنے والے مصائب و مظالم کی ایک وجہ بیان فرمائی۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’امام حسینؓ کو دیکھو! کہ ان پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں۔ آخری وقت جو ان کو ابتلاء آیا تھا کتنا خوفناک ہے۔ لکھا ہے کہ اُس وقت اُن کی عمر 57 برس کی تھی۔ اور کچھ آدمی اُن کے ساتھ تھے جب 16 یا 17 آدمی ان کے مارے گئے اور ہر طرح کی گھبراہٹ اور لاچاری کا سامنا ہوا تو پھر ان پر پانی کا پینا بند کر دیا گیا۔ اور ایسا اندھیر مچایا گیا کہ عورتوں اور بچوں پر بھی حملے کئے گئے اور لوگ بول اُٹھے کہ اس وقت عربوں کی حمیت اور غیرت ذرا بھی باقی نہیں رہی۔ اب دیکھو! کہ عورتوں اور بچوں تک بھی اُن کے قتل کئے گئے اور یہ سب کچھ درجہ دینے کے لئے تھا۔ جاہل تو کہیں گے کہ وہ گنہگار اور بد اعمال تھے اس لئے ان پر یہ تکلیف آئی مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ آرام سے کوئی درجہ نہیں ملا کرتا جو لوگ ایک ہی پہلو پر زور دیتے چلے جاتے ہیں اور ابتلاؤں اور آزمائشوں میں صبر کرنا نہیں چاہتے۔ اندیشہ ہے کہ وہ دین ہی چھوڑ دیں۔ جیسے کہ شیعہ لوگ ہیں کہ اس حقیقت کو دیکھتے نہیں جو امتحانوں اور آزمائشوں کے بعد حاصل ہوا کرتی ہے اور نہ ہی اس کی پرواہ کرتے ہیں مگر سیاپا لگا تار کئے جاتے ہیں اور چھوڑنے میں نہیں آتے کیا امام حسینؓ نے انہیں وصیت کی تھی کہ میرے بعد میر سیاپا کرتے رہنا؟ یاد رکھو جتنے اولیاء اللہ اور مقدس لوگ گزرے ہیں ان کے بڑے بڑے تلخ امتحان ہوئے ہیں اور جو پہلوں کا حال ہے وہ آنے والوں کے لئے ایک سبق ہے۔ یہ تو بڑی غلطی ہے کہ ایک طرف تو انسان چاہے کہ ہر طرح کی آسودگی اور آرام ہو اور خوشنودی کے سب سامان مہیا ہوں اور دوسری طرف مقرب اللہ بھی بن جاوے۔ یہ تو ایسا ہی مشکل ہے جیسے اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا بلکہ اس سے بھی ناممکن جب تک ابتلاؤں اور امتحانوں میں انسان پورا نہ اترے کچھ نہیں بنتا۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 336)

حضرت امام بخاری آپ کی شہادت کے بعد ہونے والے ایک واقعہ کی طرف ایماء کرتے ہوئے ایک روایت اپنی صحیح میں لائے ہیں، مجھ سے محمد بن حسین بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے حسین بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے محمد نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور ایک طشت میں رکھ دیا گیا تو وہ بدبخت اس پر لکڑی سے مارنے لگا اور آپ کے حسن اور خوبصورتی کے بارے میں بھی کچھ کہا (کہ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت چہرہ نہیں دیکھا) اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ انہوں نے وسمہ کا خضاب استعمال کر رکھا تھا۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مَنَاقِبُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہما حدیث نمبر 3748)

یہ روایت کچھ اختلاف کے ساتھ امام طبرانی اپنی کتاب میں لائے ہیں اور الہیثمی بھی اس کو مجمع الزوائد میں روایت کرتے ہیں۔

اس جگہ علماء و مؤرخین میں ایک اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا حضرت امام حسین کا سر مبارک یزید کے دربار میں پیش ہوا تھا یا بدبخت ابن زیاد کے پس لایا گیا تھا۔ عرب دنیا کے جدید دور کے معروف محققین محمد بن طاہر برزنجی اور محمد صبحی حسن حلاق نے تاریخ طبری پر تحقیق و تفحص کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ بخاری کی یہ روایت اشارہ کرتی ہے کہ آپ کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا تھا جس روایت میں یہ ذکر ہے کہ آپ کا سر مبارک یزید کے دربار میں لایا گیا تھا اس روایت میں موضود رواۃ مجہول الحال اور غیر ثقہ ہیں۔۔۔ جہاں زین العابدین علی بن حسین کی روایت میں یہ ذکر آتا ہے کہ ان بقیہ اہل بیت کو یزید کے دربار میں لے جایا گیا وہاں امام رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

(صحیح تاریخ الطبری، الخلافۃ فی عہد الاموین، المجلد الرابع صفحہ 120 و 121 الطبعۃ الثانیۃ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت 2013)

ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک خواب کا ذکر ملتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

’’میں نے ایک دن دوپہر کو نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں خون کی ایک بوتل ہے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، اسے میں صبح سے اکٹھا کر رہا ہوں۔‘‘

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عراق کی جانب روانہ ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو (خواب میں) دیکھا اور آنحضرتؐ نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَآءَ أَنْ يَّرَاكَ قَتِيْلًا

(الملھوف علی قتلی الطفوف از علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاؤس صفحہ 128 مطبوعہ دار الاسوۃ للطباعۃ والنشر الطبعۃ الرابعۃ طہران)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں مقتول دیکھنا چاہا ہے۔

اس خواب کا ذکر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایک جگہ کیا ہے، آپ نے فرمایا،

’’میں نے ایک جگہ دیکھا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ فتوحات کے لئے دعا کرتے تھے۔ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے شہادت مقدر ہے اگر تو صبر نہ کرے گا تو اخیار ابرار کے دفتر سے تیرا نام کٹ جائے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 299)

واقعہ کربلا کے ذیل میں روایات کے بارہ میں ایک نوٹ

واقعہ کربلا کی تفصیلات بیان کرنے والی روایات زیادہ تر ابو مخنف سے مروی ہیں۔ اس جگہ ابو مخنف کے حوالہ سے بات کرنا ضروری ہے۔ مگر قبل اس کے کہ اس راوی کے حالات دیکھے جائیں ایک نہایت اہم بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ اسلامی تواریخ کی کتب کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بڑی کھل کر واضح ہوتی ہے کہ اگر تاریخ لکھنے والے کا میلان اہل التشیع کی جانب ہو گا تو اس کی تحریر میں تین باتیں بہت بیّن طور پر ملیں گی۔ ایک بنو امیہ کی تنقیص اور اس تنقیص میں مبالغہ آرائی ملے گی جس کو ضعیف روایات کی مدد سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہو گی، دوسری بات اہل بیت کے اوپر ان مظالم کا تذکرہ بھی کیا جائے گا جن کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ تیسری اہم بات یہ ملے گی کہ اہل بیت کو غلوّ کی حد تک بیان کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر تاریخ لکھنے والا سنی المشرب ہے تو اس کی تحریر میں کہیں کہیں یزید وغیرھم کے مظالم کو کم کر کے دکھایا جائے گا اور اس کو اس الزام سے بری کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے ڈھونڈے جائیں گے۔ یہاں تک کہ حضرت امام حسین کی شہادت پر یزید کے اظہار افسوس، عمر بن سعد و عبید اللہ بن زیاد کو برا بھلا کہنا اور اسی طرح کی اور روایات کا ذکر جا بجا ملے گا۔

ابو مخنف راوی کون تھا؟

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ واقعہ کربلا کی ذیل میں آنے والی روایات میں سے اکثر ابو مخنف سے مروی ہیں۔ ابو مخنف کا پورا نام لوط بن یحییٰ بن سعید ابن مخنف الکوفی تھا۔ ان کی ولادت 110ھ میں ہوئی اور وفات 157ھ میں ہوئی (اس کی سن وفات میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ 170ھ میں فوت ہوئے)۔ اس کا تعلق دوسری صدی ہجری سے تھا۔ ان کی سب سے مشہور کتاب مقتل الحسین ہے جو مقتل ابو مخنف کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں واقعات کربلا بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی مشہور کتب میں جنگ جمل، کتاب السقیفہ، جنگ صفین، الحسن اور مقتل الحسین وغیرہ ہیں۔

یہ راوی کبار سنی علماء کے نزدیک غیر ثقہ، مجہول اور ضعیف ہیں جبکہ شیعہ ان کو بہت بڑے مؤرخ مانتے ہیں اور ثقہ قرار دیتے ہیں۔ علمائے اہل سنت اس راوی کو ضعیف بھی قرار دیتے اور ساتھ اس کی مرویات کو اپنی کتب کا حصہ بھی بناتے ہیں، مثلاً علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں اس راوی کی بیسیوں روایات درج کیں۔

حکم و عدل حضرت مسیح موعودؑ کا صلح حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے یزید کی بیعت نہ کرنے کے حوالہ سے ایک تبصرہ

’’حضرت علی کے وقت میں اندرونی فتنے ضرور تھے۔ ایک طرف معاویہ تھے اور دوسری طرف علیؓ۔ اور ان فتنوں کے باعث مسلمانوں کے خون بہے۔ 6 سال کے اندر اسلام کے لیے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اسلام کے لئے تو عثمانؓ تک ہی ساری کارروائیاں ختم ہو گئیں۔ پھر تو خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ حضرت حسنؓ نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہو گئے۔ پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اور خون ہوں۔ اس لیے معاویہ سے گزارہ لے لیا۔ چونکہ حضرت حسنؓ کے اس فعل سے شیعہ پر زد ہوتی ہے اس لیے امام حسنؓ پر پورے راضی نہیں ہوئے۔ ہم تو دونوں کے ثناخواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جدا جدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ انّما الاعمال بالنیّات۔ یہ الگ امر ہے کہ یزید کے ہاتھ سے بھی اسلامی ترقی ہوئی۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ چاہے تو فاسق کے ہاتھ سے بھی ترقی ہو جاتی ہے۔ یزید کا بیٹا نیک بخت تھا۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 579-580)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے محبوب نواسہ تھے اور ان کو نہایت بے دردی سے حد درجہ ظلم و بربریت کے ساتھ شہید کیا گیا۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’’سید المظلومین‘‘ ’’امام معصوم‘‘ کے الفاظ سے یاد کیا۔ آپ کی محبت میں آنسو بہائے اور اس واقعہ کو ہمیشہ ایک دکھ آمیز داستان کے طور پر لیا۔

اہل بیت اطہار سے متعلق آپؑ کا ایک کشف

آپؑ کا ایک کشف اہل بیت اطہار سے متعلق بہت ایمان افروز ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’ایک مرتبہ نمازِ مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غَیبتِ حِس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی۔ ایک عجیب عالم ظاہر ہوا۔ کہ پہلے یک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی۔ جیسے بسُرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے یعنی پیغمبر خدا ﷺ و حضرت علی و حَسَنَین و فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے اُن میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادرِ مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔ جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے۔ جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد لِلّٰہ علیٰ ذالک۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 503-504 بار اول حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

خاتمہ

امام عالی مقام چاہتے تو مدینہ میں ہی رہتے اور اس سفر کا قصد نہ کرتے۔ مگر بعض اوقات اللہ والوں کو بعض ایسے فیصلے کرنے پڑتے ہیں جو رہتی دنیا تک اپنا ایک خاص اثر رکھتے ہیں۔ ایک روشنی کی صورت میں پیغام چھوڑ جاتے ہیں کہ دیکھو! ہم چاہتے تو مداہنت کر لیتے، ہم چاہتے تو اس معاملہ میں خاموشی اختیار کرتے۔ اور اس مداہنت اور خاموشی سے دنیوی جلب و منفعت بھی ہو جاتی، خاندانی جاہ و حشمت تو خیر تھی ہی۔ مگر مسلم امہ میں پھر کوئی یہ مثال نہ ہوتی کہ جبر کے سامنے اللہ کا علم بلند رکھو۔ یہ مثال نہ ہوتی کہ جابر کے سامنے حق بات کرنی چاہئے۔ ہمیشہ مسلم امہ مداہنت کی راہ کو اپناتی اور خالص دینی اور مذہبی امور میں سچ کہ جگہ مصلحت پسندانہ خاموشی راہ پکڑ لیتی۔

یوم عاشوراء جنگ شروع ہوئی اور ختم ہو گئی۔ وجہ تخلیق کائنات ﷺ کا خانوادہ شہید کر دیا گیا، ایک کسمپرسی کا عالم، ہر طرف لاشے بکھرے ہوئے، عورتوں میں آہ و فغاں، زین العابدین شدید مضمحل، جن رخساروں کو رسول اللہ ﷺ چوما کرتے آج وہ کسی بد بخت کے نیزے پر چڑھے ہوئے تھے!!!

عجیب جنگ تھی کہ شہید کرنے والے بھی اللہ اکبر کہہ رہے تھے اور شہید ہونے والے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔ مگر ان دونوں نعروں میں اتنا فرق تھا کہ جس کے سامنے آسمان و زمین کا فرق بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ امام اور ان کے محبین کے ان نعروں میں اتنی گہرائی تھی کے قلزم و اوقیانوس کی گہرائی ان کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہو گی۔ اس روز زمین بھی پچھتائی ہو گی کہ اتنے بڑے ظلم کی گواہ بنی، چشم فلک بھی نواسہ رسول ﷺ کی کربناک شہادت پر ضرور روئی ہو گی۔ یہ کیسی لڑائی تھی کہ بظاہر ہارنے والا جیت گیا اور بظاہر جیتنے والا نہ صرف ہارا بلکہ ہمیشہ کے لئے خائب و خاسر اور ناکام و نامراد ہوا۔ کامیابی کے سارے استعارے امام کی ’’ہار‘‘ سے مزین ہوئے اور ہر ناکامی نے یزید پلید کی جیت سے پناہ مانگی! یہ کیسی جنگ تھی کہ جس نے بے بس اور بے کس کو یہ نوید دی کہ ظلم کے خلاف علم اٹھاؤ خواہ مارے ہی جاؤ!

اس میں کچھ شک نہیں کہ خانوادہ رسول ﷺ کے اس قتل عام نے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا، اگر یہ سلالہ منتخبین و منتجبین زندہ رہتے تو یقیناً تاریخ اسلام بہت کچھ مختلف ہوتی۔ بہر حال واقعہ کربلا یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم درس کربلا کو یاد رکھیں۔ ہمیشہ حسینیت پر قائم رہیں اور حسینیت کا پرچار کریں۔ یزیدیت کو تحت اقدام ردّ کریں اور مسترد کریں۔ اپنا اور اپنے ماحول کا جائزہ لیں کہ کیا ہم کسی اعتبار سے یزیدیت کے پیرو تو نہیں بن رہے؟ کیا ہمارے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ ہیں؟ کیا ہم جھوٹ کا ساتھ کسی بھی مصلحت پسندی کے طور پر تو نہیں دے رہے؟ کیا ہم میں پیسے کا، جاہ وحشمت کا، طاقت کا، عزت کا، نمود و نمائش کا غرور تو نہیں؟ کیا ہم سچ کی خاطر سر کٹانا جانتے ہیں؟ کیا ہم جو ناموس رسالت ﷺ کی خاطر سر کٹا سکتے ہیں تو کیا ہم دربار رسالت ﷺ کے احکامات ماننے کے لئے تیار ہیں؟ یہ ہے دراصل درس کربلا۔۔۔

حب رسول ﷺ و آل رسول ﷺ ایک سرمایا ہے اور اس سرمائے کی حفاظت دراصل اس کے درس کی حفاظت کا نام ہے۔ کیونکہ یہ بات پتھر پر لکیر ہے کہ

’’تباہ ہو گیا وہ دل جو حسین کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔‘‘

طاہر فاؤنڈیشن

محرم، حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ کی فضیلت، اہل بیت پر درود وغیرہ سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادات

(تسلسل ارشادات خلفائے کرام بابت محرم و مقام حضرت حسینؓ از الفضل آن لائن 29/ جولائی 2022ء)

(1) سائل: حضور یہ دس محرم کی تاریخ ابھی چند دن پہلے گزری ہے اس حوالے سے انگلستان سے ایک احمدی خاتون کی شیعہ سہیلی نے سوال بھجوایا ہے کہ جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا مقام اور مرتبہ کیا ہے؟ اور احمدی لوگ عاشورہ اس طریق پر کیوں نہیں مناتے جس طرح شیعہ لوگ مناتے ہیں؟

حضورؒ: جہاں تک حضرت امام حسینؓ کے مقام اور مرتبہ کا تعلق ہے ابھی چند دن پہلے جو عربوں کے ساتھ سوال و جواب کی مجلس تھی۔ لقاء مع العرب اس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے حوالے میں نے پڑھ کے سنائے تھے تفصیلی تو وہی کافی ہیں جواب میں حضرت امام حسینؓ کا مقام کیا ہے اور اس مسئلے کی الجھنوں کا کیا حل ہے ہمارے نزدیک۔ وہ آسان نہیں بڑا الجھا ہوا مسئلہ ہے سارا۔ تو اس لیے اس کو دھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جو عاشورہ منانے والا ہے قصہ وہ ایک ایسا نیا غیر اسلامی رواج ہے۔ جس کی کوئی سند کوئی بنیاد نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے نہ آنحضرت ﷺ کے اسوہ میں ہے نہ آپ کے صحابہ کے اسوہ میں ہے۔ حضرت علیؓ کی اولاد نے خود تو عاشورہ نہیں منایا۔ جن پر یہ گزری ان کو نہیں پتہ چلا کس طرح منانا چاہیے۔ یہ بعد میں آنے والے شیعوں کو کس طرح پتہ چل گیا کہ اصل طریق کیا ہے اور حادثہ ایک تو نہیں بے شمار حادثے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ بھی بہت دردناک واقعہ گزرا ہے اور اس سے پہلے مظالم ہوئے ہیں بڑے بڑے سخت رسول اللہ کے زمانہ میں خود آنحضرت ﷺ کو مظالم کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ تو جن سے آپ کی اولاد کی عظمت حاصل کی جاتی ہے۔ ان کو چھوڑ کر ان کی تکلیف کو اٹھا کے زیادہ کر دینا۔ حضرت حمزہؓ جس طرح شہید ہوئے اور صحابہ کرام شہید ہوئے۔ بڑے دردناک طریقے سے مارے گئے۔ گلیوں میں گھسیٹے گئے۔ یہ سارا کربلا ہی کا تو مضمون تھا جو جاری ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسی کا ایک شاخانہ ہے کہ اندرونی ظلم کی صورت میں ظاہر ہوا ہے وہاں کس نے ان کی کسی باتوں کے عاشورے منائے ہیں۔ کس نے ان باتوں پر کسی قسم کا واویلا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دانت شہید ہوئے آپ اس حالت میں پہنچ گئے کہ لوگوں نے اعلان کر دیا کہ وفات پا گئے ہیں نعوذ باللہ من ذالك قتل ہو گئے ہیں۔ اور اس کے بعد کسی صحابہ نے کوئی سوگ کا کپڑا نہیں پہنا کوئی رونا پیٹنا نہیں شروع کیا تو اس سے بڑی کربلا کیا گزر سکتی ہے دنیا میں کہ رحمۃ للعالمین کے ساتھ ایسا ظلم ہوا ہو۔ وہاں جب طائف پر تشریف لے گئے ہیں تو جو ظلم ہوئے ہیں یعنی اس کے بیان سے ہی انسان لرز جاتا ہے۔ ان لوگوں کو کوئی ہوش نہیں تعجب کی بات ہے۔ یہ جو اصل ہے اس کے اوپر تو سخت دردناک مظالم کا دور لمبے عرصہ تک مسلسل جاری ساری رہا اور اس کے اوپر ان کا مسل بھی نہ پھڑکے ایک۔ کوئی روی درد کی ابھرے نہ اور پھڑکے نہیں۔ اور حضرت امام حسینؓ پر جو مظالم ہوئے یا آپ کی آل پر یا آپ کی اولاد وغیرہ پر وہ مظالم اپنی ذات میں دردناک ہیں۔ لیکن یہ ردعمل اگر جائز ہوتا تو سب سے اول رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ہونا چاہیے تھا۔ اور پھر ان تمام صحابہ کے حوالے سے ہونا چاہیے تھا جنہوں نے قربانیاں کی ہیں۔ ایک فرضی بات بنائی ہے جس کی کوئی سند نہیں۔ اور جیسا کہ میں نے شروع میں ہی ساکت جواب مثبت جواب میں نے دے دیا تھا۔ کہ خود وہ آنحضرت ﷺ کی آل جو ان دکھوں سے گزری جن کے نام پر اب یہ پیٹتے ہیں وہ تو نہیں پیٹے انہوں نے تو بڑا صبر کیا تھا یہ سارے فرضی قصوں پر تو ہم یقین ہی نہیں کرتے۔ حقیقت پر جاتے ہیں اس لیے ان دنوں میں کثرت سے درود اور آل پر درود بھیجنا یہ جماعت کا طریقہ ہے اور یاد رکھنا اور دعائیں کرنا ان بزرگوں کے لیے اب یہی اصل سنت انبیاء ہے۔ وہ اس کے مطابق ہے باقی سب قصے ہیں۔

(ملاقات پروگرام مؤرخہ 16جون 1995ء)

(2) سائل: نذر اور نیاز میں کیا فرق ہے؟

حضورؒ: نذر اور چیز ہے اور نیاز اور چیز ہے۔ نذر مولیٰ نیاز حسین یہی کہتے ہیں نا؟ اور فرق یہ کرتے ہیں ان کو بیچ میں سے دل میں کھٹکتی ہو گی نا بات کہ اللہ کے سوا کسی اور نام پہ تقسیم کرنا یہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ نذر نہیں ہے یہ نیاز ہے یعنی ہم تحفہ پیش کر رہے ہیں حضرت امام حسینؓ کو اور وہ تو چونکہ ہیں نہیں اس لئے تم لوگ یہ تحفہ کھا لو۔ اگر یہ تحفہ ہی ہے تو پھر مالک کی اجازت کے بغیر تحفہ کھانا جائز نہیں۔ جب تک جس کو تحفہ دیا گیا ہے اس کی اجازت حاصل نہ ہو وہ کھانا جائز ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جب ہم تحفہ پیش کرتے ہیں نذر کی صورت میں تو قرآن کریم اجازت دیتا ہے کہ غرباء کو دو اور اس طرح مجھے پہنچ جائے گا۔ ان کے لئے کھانے کی سند مل گئی۔ حضرت امام حسینؓ کی سند دکھائیں پہلے کہ میری وفات کے بعد جو تحفے مجھے پیش کئے جائیں گے وہ تم کھا لیا کرنا۔

(مجلس عرفان مورخہ 25اکتوبر 1982ء)

(3) سوال: میرا ایک شیعہ دوست ہے وہ محرم کے مہینے میں اپنے آپ کو کیوں مارتے ہیں؟

جواب: پاگل پن ہے۔ محرم کے مہینے میں اپنے آپ کو مارنا حد سے زیادہ بیوقوفی ہے وہ کہتے یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں بہت سے وہاں شہید ہوئے اس لئے ان کی یاد میں ہم ماتم کرتے ہیں۔ اس واقعہ کو بہت پرانی بات ہو چکی ہے رسول اللہ ﷺ اس ماتم کو بھی پسند نہیں کرتے تھے جو تازہ تازہ شہید ہوا ہو یا فوت ہوا ہو۔ کتنے شہید ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک کا بھی ماتم نہیں کیا گیا۔ تو اس لئے آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے یہ خلاف کرتے ہیں اور ناجائز حرکت کرتے ہیں۔ ان کے مارنے سے اب کیا فرق پڑے گا۔ تازہ تازہ خبر ہو تو پھر بھی کوئی پیٹ لے جو اتنی پرانی خبر ہو تو اس پہ کون پیٹے گا۔ ایک قصّہ مشہور ہے کہ افغانستان کے ایک علاقہ سے ایک آدمی پشاور آیا۔ اس علاقہ میں کوئی شیعہ نہیں تھا۔ کبھی اس نے پیٹنا نہیں دیکھا۔ محرم کا دن تھا شیعہ لوگوں کو اس نے دیکھا جو پیٹ رہے تھے۔ زنجیریں مار رہے تھے۔ اس نے تعجب سے کہا اتنا بڑا آدمی کون فوت ہوا ہے کہ یہاں یہ اس قدر ماتم ہو رہا ہے تو کسی نے کہا یہ تو جب امام حسینؓ شہید ہوئے تھے ان کے اوپر یہ ہے ماتم اس نے کہا اچھا چودہ سو سال پہلے ہوا یہاں اب خبر پہنچی ہے۔ وہ سمجھا کہ ابھی تازہ تازہ باہر سے خبر آئی ہے۔ اس لئے

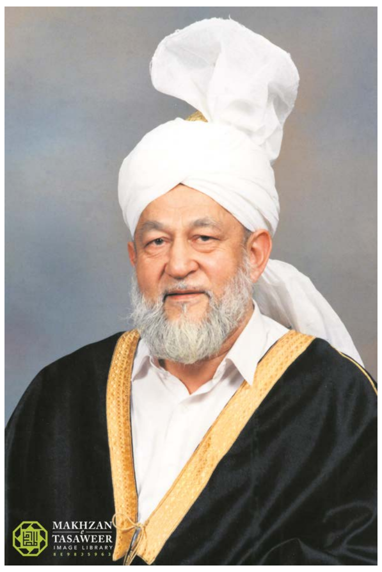

یہ بات لطیفے کے طور پر بات ہے مگر ایسا لطیفہ ہے جس سے ان کی بیوقوفی کھل جاتی ہے۔ سمجھے ہو؟

(اطفال سے ملاقات مؤرخہ 8 مارچ 2000ء)

(4) سوال: اسلامی نیا سال شروع ہوا ہے حضور کیا ہم کو اسلامی نئے سال کی خوشی منانی چاہئے یا محرم کا احترام کرتے ہوئے خوشی نہیں منانی چاہئے؟

جواب: اسلامی نیا سال تو ہمیشہ شروع ہوتا ہے۔ خوشی مناتے ہیں آپ؟

سائل: نہیں حضور پھر بس تاریخ میں تو آجاتا ہے نا۔

جواب: تاریخ میں بے شک نہ آئے کبھی آپ نے خوشی منائی ہے ہر مہینے کی۔۔۔ نہیں۔ پھر محرم کی کیوں منانی ہے۔ محرم ایک دردناک واقعہ کی یاد دلاتا ہے سمجھے ہیں تو اس موقع پر خوشی منانا اچھی بات نہیں۔ سمجھ گئے ہیں یہ دس دن جو ہیں استغفار اور دُعا اور دُرود میں گزارنے چاہئیں۔ کثرت سے آنحضور ﷺ اور آپ کی اولاد پر جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسل سے تھی۔ کثرت سے درور پڑھیں۔ ٹھیک ہے؟

(مجلس عرفان تاریخ 14 اپریل 2000ء)

(5) سوال: شیعہ فرقہ کے لوگوں نے پیٹنا کیوں شروع کیا؟

جواب: بیوقوفی، پرلے درجے کی بیوقوفی ہے۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کربلا کے میدان میں ہوئی تھی۔ اس شہادت کے نتیجے میں تو نہ ان کو چاہنے والے پیٹے، نہ دوسرے سنی پیٹے، پیٹنے کا کوئی رواج نہیں تھا۔ یہ پیٹنے کا رواج بعد میں پیدا ہوا ہے اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم امام حسینؓ کے غم میں پیٹ رہے ہیں۔ بالکل لغو بات ہے۔ ان کے پیٹنے سے حضرت امام حسینؓ شہید کو امام حسن کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ ایک بے ہودہ رسم ہے جو دنیا میں اسلام کا مضحکہ اڑانے والی بات ہے۔ یہاں جب بھی پیٹتے ہیں لوگ دیکھتے ہیں کہ کیسی پاگلوں والی حرکتیں کر رہے ہیں۔ شیعوں کو سمجھانا چاہئے اگر غم ہے تو دعا کرو۔ درود پڑھو اس دن رسول اللہ ﷺ پر آپ ﷺ کی اولاد پر۔ یہ تو ایک اچھی بات ہے یہ جس دن شہادت ہوئی تھی۔ اس بہت کثرت سے درود پڑھا جائے مگر پیٹنا جائز نہیں۔

(اطفال سے ملاقات مؤرخہ 10 مئی 2000ء)

(6) سوال: حضور میرا سوال ہے کہ دس محرم کو کچھ لوگ کیوں روزہ رکھتے ہیں؟

جواب: حضور فرماتے ہیں کہ دس محرم کو یونہی۔۔۔ دس محرم کا روزہ کوئی ضروری نہیں ہے مگر محرم کی یاد میں لوگ رکھ لیتے ہیں عاشورہ کو روزہ۔

(لجنہ سے ملاقات مورخہ 20 جنوری 2002ء)

(7) سائل: حضور دس تاریخ بہت المناک حادثہ شہادت حسینؓ کی یاد تازہ کرتا ہے حضور کیا یہ واقعہ ٹالا جا سکتا تھا یا قسمت میں لکھا تھا؟

جواب: حضور فرماتے ہیں ٹالا جا سکتا تھا۔ سوال یہ ہے جو مقدر تھا وہ

پورا ہو کے رہنا تھا۔ یہ تو ٹالا جا نہیں سکتا تھا آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی بھی تھی اس کے متعلق تو یہ تو ایک دردناک واقعہ ہے جو بہرحال ٹالا نہیں جا سکتا تھا اب دس دن جو محرم کے ہیں احمدیوں کو چاہئے اس ماہ وہ ہر قسم کی بیاہ شادی وغیرہ کی تقریبیں اور منگنیاں بند کریں۔ دس دن جو پہلے دس دن ہیں ان میں ہر قسم کی شادی بیاہ ومنگنیوں کی تقریبوں سے توبہ کرنی چاہئے احمدیوں کو کیونکہ واقعہ بہت دردناک ہے۔

سائل: حضور اس سلسلے میں آگے سوال ہے کہ شیعہ حضرت کے نزدیک کربلا کے میدان جانا حج کے فریضہ سے زیادہ ضروری سمجھا جاتا ہے؟

جواب: حضور فرماتے ہیں غلط ہے۔

(مجلس عرفان مؤرخہ: 15 مارچ 2002ء)

(8) سوال: حضور۔۔۔واقعہ کربلا سے متعلق آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔حضور اس پیشگوئی کے بارہ میں کچھ فرمائیں گے؟

جواب: واقعہ کربلا کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بہت ہی دردناک واقعہ پیش آئے گا میری اولاد سے اور یہی آپ کی پیشگوئی تھی جو کربلا میں واقعہ گزرا ہے۔

(ملاقات ینگ لجنہ وناصرات مؤرخہ 17 مارچ 2002ء)

(9) سوال: حضور۔۔۔حضرت امیر معاویہؓ کا بیٹا جس کا نام یزید تھا جب اس نے آنحضرت ﷺ کے خاندان کے افراد کو شہید کیا تو اس کو کیا سزا ملی؟

جواب: وہ جنہوں نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے والا تھا اس کے متعلق آتا ہے کہ معاویہ کی بیٹی نے حضرت حمزہؓ کے جگر کو نکال کے چبایا تھا تو آنحضرت ﷺ کو اس پر اتنا غصہ تھا کہ آپ نے جب فتح مکہ کے دن اعلان کیا کہ معاف کر دیں گے سب کو تو اس میں سے استثناء رکھا تھا کہ معاویہ کی بیٹی کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ وہ بہت چالاک عورت تھی۔ وہ خفیہ طور پر بیعت میں شامل ہوگئی۔ جب بیعت کر لی تو اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب میں ایمان لے آئی ہوں۔اب کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا۔

(ملاقات ینگ لجنہ وناصرات مورخہ 24 مارچ 2002ء)

(10) سوال: محرم کو عبادت کے لحاظ سے کس طرح بہتر بنایا جاسکتا ہے؟

جواب: محرم کو، محرم کو عبادت کے لحاظ سے کیسے بہتر بنایا جاسکتا ہے مجھے تمہارے سوال کی سمجھ نہیں آ رہی۔ تفصیل سے بات کرو محرم کو عبادت کے لحاظ سے بہتر کیسے بنایا جاسکتا ہے۔جس طرح عام دنوں میں عبادت کرتے ہو اس طرح محرم میں کیا کرتے ہیں۔مگر خاص طور پر رسول اللہ ﷺ پر اور آج کل آل پر درود بھیجنا چاہئے۔

(ملاقات ینگ لجنہ وناصرات مورخہ 24 مارچ 2002ء)

(11) سوال: حضور میرا سوال محرم الحرام کے متعلق ہے اور نئی نسل کو پتا نہیں ہے کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔اس پر روشنی ڈالیں۔ اگر ایم۔ ٹی۔ اے پر پروگرام پیش کریں کہ واقعہ کربلا کے بارے میں کیا ہوا تھا؟

جواب: یہ تو اتنا مشہور ہے کہ ہر ایک کو خبر پہنچی ہوئی ہے پتا نہیں آپ کس دنیا میں رہتے ہیں۔آپ نے نہیں سنا تھا کربلا کا واقعہ۔ (سائل: حضور نہیں سنا) نہیں سنا۔آپ کا تو پھر وہی پٹھان والا حال ہے پھر۔ایک پٹھان آیا تھا کسی سنی علاقے سے افغانستان سے تو اس نے بھی دیکھا نہیں تھا کربلا کا رونا پیٹنا۔شیعہ کرتے ہیں۔ تو اس نے دیکھا پشاور شہر میں کہ بہت لوگ پیٹ رہے ہیں تو اس نے سمجھا کہ اس زمانے کا کوئی بڑا آدمی فوت ہوگیا ہے۔اس نے کہا کون فوت ہوا ہے اس نے کہا کہ امام حسینؓ کے اوپر جو کربلا ہوئی تھی تو کہتا ہے کہ خوچے یہ خبر یہاں اب پہنچا ہے۔ یہ تو تیرہ سو سال پہلے کی بات ہے تو تم تو ایسی جگہ رہتے ہو جہاں ابھی بھی نہیں پہنچی۔سب دنیا کو پتا ہے کربلا کا واقعہ۔اس لئے یوں بچوں والی باتیں نہ کرو۔ دوبارہ بتانے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(مجلس عرفان سوال و جواب مورخہ 29 مارچ 2002ء)

(12) سوال: حضور حضرت امیر معاویہؓ ایک مخلص صحابی رسول ﷺ اور زیرک انسان تھے۔ جب کہ ان کا بیٹا یزید ان کے بالکل برعکس تھا اور نیک فطرت انسان نہیں تھا پھر انہوں نے اسے خلافت کے لئے نامزد کیوں کیا؟

جواب: امیر معاویہ کو اپنے بیٹے پر اعتماد ہوگا۔ یزید تو ہماری نگاہ میں برا لگتا ہے کیونکہ اس نے آنحضرت ﷺ کے نواسے پر ظلم کیا تھا ورنہ جس آنکھ سے باپ دیکھتا تھا اس کو اس کے تو عیب کوئی نظر نہیں آتے ہوں گے اس نے اپنی طرف سے تو فرمانبرداری کی۔ جو باپ نے حکم دیا تھا وہ بجالایا اور اس پہلو سے وہ زیادہ عزیز ہوگیا ہو اس کو۔تو یزید اپنے باپ کی نظر میں بہت ہی فرمانبردار بیٹا تھا۔

(مجلس عرفان سوال وجواب مورخہ 12 اپریل 2002ء)

(13) سوال: حضور ازالہ اوہام صفحہ: 72 میں یزید کے بارہ میں لکھا ہوا ہے۔حضور یزید کون تھا؟

جواب: یزید وہ تھا جس نے حضرت امام حسینؓ کو قتل کیا تھا اس لئے وہ یزید بہت ہی گندی چیز تھی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نیچے آنے والا تھا۔

(مجلس عرفان مورخہ 8 ستمبر 2002ء)

(14) سوال: میرا سوال ہے کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ میں کون بڑا تھا اور کیا وہ دونوں شہید ہوئے تھے؟

جواب: امام حسنؓ بڑے تھے اور حسینؓ چھوٹے تھے اور حضرت حسینؓ شہید ہوئے تھے۔ حضرت حسنؓ شہید نہیں ہوئے تھے۔

(ملاقات لجنہ و ناصرات مورخہ 12 جنوری 2003ء)

(15) سائل: حضور خلافت راشدہ اولیٰ میں بعد میں حضرت حسنؓ کو خلافت ملی تھی۔ خلافت کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ حضرت امام حسنؓ نے Voluntarily خلافت چھوڑ دی جب کہ خلیفۃ المسیح اولؓ کا نظریہ تو یہ تھا۔

حضور: اس لئے خلافت راشدہ گنتے گنتے حضرت علی پر ختم کر دیتے ہیں کہ نہیں؟

سائل: جی

حضورؒ: کیونکہ اگر امام حسن اپنی قمیص رکھتے اپنے اوپر تو پھر بات تھی کہ خلافت راشدہ ہے جب اتار دی تو خود ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اس میں بحث میں نہیں پڑنا چاہیے

(تاریخ نہیں مل سکی)

(16) سائل: شیعہ عقیدہ رکھنے والے کو آپ کن روحانی اور عقلی دلائل سے احمدیت کی طرف مائل کر سکتے ہیں؟

حضور: حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی عظمت کس بات میں ہے۔ جب شیعہ سے پوچھیں کسی سے فارسی والوں نے ایک محاورہ بنایا ہوا ہے۔سر داد دست نداد بہت بڑی عظمت ہے کہ غلط شخص کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ ہاتھ نہ دیا اس کے ہاتھ میں اور اپنا سر دے دیا۔ کٹوا دیا سر بیعت کے لیے ہاتھ نہیں پیش کئے۔ یزید کو کیونکہ سمجھتے تھے کہ تم حقدار ہی نہیں ہو اور سر کٹوا دیا اور تمام آئمہ بعد میں آنے والوں کی یہی شان ہے کہ جو بھی تھے سچے اور متقی ضرور تھے۔ بلکہ عظیم الشان نظام خلافت کو سمجھے یا نہ سمجھے اس بحث میں نہیں پڑتا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سارے مخلص نیک اور متقی لوگ تھے اور اصول کے پکے تھے انہوں نے اپنے اصول کو قربان نہیں کیا۔لیکن حضرت علیؓ جو بنیاد تھے سب نیکیوں کی جن سے وصیت شروع ہوئی جن سے امامت کا آغاز ہوا انہوں نے سر بچا لیا اور ہاتھ دے دیا کیونکہ جب شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ کیوں بیعت کی تو کہتے ہیں جبراً کروائی گئی۔ پھر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے آدمی بھیجے کہ وہ گھر جلا دیں ان کے تو ڈر گئے۔ مجبوری تھی اور اس مجبوری کو سچا دکھانے کے لئے ایک اور عقیدہ بنانا پڑا جسے تقیہ کہتے ہیں۔ اگر تقیہ کوئی ایسا بنیادی عقیدہ تھا جو آئمہ کی شان کے مطابق تھا تو حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے کیوں نہ اختیار کر لیا۔ پھر تو تقیہ افضل ہونا چاہئے اور سر دینا غلطی اور ناسمجھی شمار ہونا چاہیے۔

(تاریخ نہیں مل سکی)

خطبات میں موجود حوالہ جات

(1) جب آپ تحقیق کریں گے تو آپ کے سامنے دوسرا پہلو یہ آئے گا کہ جس باقاعدگی اور نظام کے ساتھ جس تفصیل کے ساتھ اور جتنی زیادہ پابندیوں کے ساتھ مسلمانوں پر روزے فرض ہوئے ویسے کبھی کسی قوم پر فرض نہیں ہوئے۔ بائبل میں روزوں کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً دسویں محرم کے متعلق آتا ہے کہ یہ وہ دن تھا جب فرعون کے ظلموں سے بنی اسرائیل کو نجات دی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں آتا ہے کہ اس دن کو یاد رکھو اور روزہ رکھو (احبار باب 12، 29، 32)۔ لیکن روزوں کا پورا ایک مہینہ فرض ہونا پہلے کبھی کسی قوم میں نظر نہیں آتا۔ علاوہ ازیں روزے کے متعلق جو تفصیلی ہدایات ہیں ان میں بھی بڑا فرق ہے۔ بعض پرانے مذاہب میں روزہ اس شکل میں ملتا ہے کہ آگ پہ پکی ہوئی چیز نہیں کھانی پھل جتنا چاہو کھالو۔ فلاں چیز نہیں کھانی اور فلاں نہیں کھانی۔ پانی پی سکتے ہو یا دودھ پی سکتے ہو۔ تو یہ روزہ اسلامی روزے کے مقابل پر محض برائے نام اور سرسری سا روزہ بن جاتا ہے۔ پھر بعض مذاہب میں روزے کے ساتھ یہ بھی تاکید ہے کہ کام نہیں کرنا۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ کام کا بھی روزہ ہے۔ تو جس کو کام سے چھٹی مل جائے اس کا روزہ تو اور بھی آسان ہو جائے گا۔ یعنی بظاہر یہ ایسی پابندی ہے جو اسلامی روزے میں نہیں ہے۔ لیکن عملاً یہ پابندی نہیں ہے بلکہ رخصت لینے پر مجبور کر دیا گیا ہے کہ تم لوگ کمزور ہو تم میں طاقت نہیں ہے کہ دنیا کے کام کرو اور ساتھ روزہ بھی رکھ سکو اور اس کا حق بھی ادا کرسکو۔ ایسے لوگ بعد میں آئیں گے جو یہ کام کرسکیں گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جون 1983ء، خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 317)

(2) اس کے بارہ میں ترجمہ اختیار کرنے کی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ جہاں تک تاریخی حقائق اور گواہیوں کا تعلق ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ رمضان شریف کے علاوہ قرآن کریم دوسرے مہینوں میں نازل نہیں ہوا بلکہ پھر اس کے برعکس قطعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکثر قرآن کریم کا نزول سارا سال میں مجموعی طور پر ان مہینوں میں زیادہ ہے جو رمضان کے علاوہ ہیں اور ان کے مقابل پر رمضان میں جو قرآن کریم کا نزول ہوا ان گیارہ مہینوں کے مقابل پر کم ہے۔ اگرچہ دیگر مہینوں کے مقابل پر ایک کے مقابل پر دوسرے مہینے کو اگر رکھیں تو رمضان میں آیات قرانی بقیہ صفحہ 16 پر

ذیشان محمود۔ سیرالیون

امتِ مسلمہ اور ماہِ محرم - ایک احمدی کا کردار

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

ماہِ محرم کا آغاز جہاں ایک نئے سال کی نوید لاتا ہے وہیں مسلم دنیا میں کئی لوگوں کے چہروں پر خوف کے سائے بھی منڈلانے لگتے ہیں۔ اسلام کے فرقوں میں پائی جانے والی باہمی نفرت ایسے طور پر کھل کے سامنے آتی ہے کہ کشت وخون کی کئی ندیاں بہہ جاتی ہیں۔فلسطین، کشمیر، میانمار اور کئی جگہ پر سارا سال مسلمانوں پر غیر زمین تنگ کئے رہتے ہیں۔ اسی طرح محرم شروع ہوتے ہی اسلام کے دو بڑے فرقوں میں فسادات کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ دونوں گروہ اپنے عقائد میں غلو اور معزز تاریخی ہستیوں پر حملوں میں ایک دوسروں پر سبقت لے جاتی ہیں۔

جماعت احمدیہ جو زمانے کے حکم وعدل کی میانہ روی کی تعلیم پر عمل پیرا ہے۔ ایسے میں جماعت احمدیہ نے کیا نمونہ پیش کرنا ہے۔ اس زمانہ میں خلیفۂ وقت ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہیں۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بارہا جماعت کی مکمل رہنمائی فرمائی اور احمدیوں کو اپنا بہترین نمونہ پیش کرنے اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ ذیل میں چند اقتباسات پیش ہیں۔

نیا اسلامی سال

حضور انور فرماتے ہیں کہ ”آج کل ہم جس اسلامی مہینہ سے گزر رہے ہیں اس مہینہ کا نام محرم الحرام ہے۔ یہ ماہ اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ ہے۔ عام طور پر جب سال کا پہلا مہینہ آتا ہے، نیا سال شروع ہوتا ہے تو ہم ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔محرم بعض جگہوں پر جمعہ کو شروع ہوا ہے یا پھر جمعرات کو شروع ہوا ہے۔ بہرحال جب مَیں گزشتہ جمعہ پر آنے لگا تو ایک صاحب باہر کھڑے تھے، انہوں نے مبارکباد دی۔ لیکن مبارکباد کس چیز کی؟ کیونکہ اُسی دن عراق میں دھماکے ہوئے، شیعوں پر حملے کئے گئے اور درجنوں شہید کر دیئے گئے۔ سو ہم نئے سال کے شروع میں عموماً ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں لیکن جب قمری سال کا یہ مہینہ شروع ہوتا ہے تو مسلمان شرفاء کی اکثریت جن کو اُمّت کا درد ہے، اس مہینہ کے آنے پر فکر اور خوف کا اظہار شروع کر دیتی ہے۔ یہ کیوں ہے؟ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ دھماکے ہوتے ہیں، قتل و غارت ہوتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ یہ اس لئے ہے کہ ان دنوں میں باوجود حکومتوں کے اعلانوں کے، باوجود مختلف فرقوں کے علماء کے مشترکہ بیانات کے، اعلانات کے یا تو شیعہ سُنّی فساد شروع ہو جاتے ہیں یا کہیں نہ کہیں کسی تعزیہ پر یا امام باڑے پر دوسرے فرقوں کی طرف سے یا شرارتی عنصر کی طرف سے حملہ ہو جاتا ہے اور اب تو مفاد پرست اور دہشتگرد دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر شیعوں کی مجالس یا مجمع پر حملہ کر کے درجنوں معصوموں کی جان لے لیتے ہیں۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کے مذہبی مقاصد نہیں ہیں یا مذہبی اختلاف نہیں ہے بلکہ سیاسی مقاصد ہوتے ہیں، حکومتوں کو ناکام کرنا چاہتے ہیں۔

عام طور پر دس محرم کو زیادہ خطرے کا دن ہوتا ہے جو مغربی ممالک میں تو کل ہے۔ یہاں تو کوئی ایسا خطرہ نہیں لیکن مشرقی ممالک میں آج ہے شاید پاکستان میں اور کچھ اَور ملکوں میں بھی ہو۔ اس دن ظلموں کی بعض دفعہ انتہا کر دی جاتی ہے بلکہ اس دفعہ تو شیعوں کے مختلف اکٹھ پر یہ حملے شروع ہو چکے ہیں جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ پہلی تاریخ کو ہی عراق میں شیعوں پر حملہ کیا گیا۔ پاکستان میں راولپنڈی، کراچی، کوئٹہ، سوات میں یہ حملے کئے گئے۔ کل اخبار میں تھا کہ دھماکے ہوئے اور کئی جانیں ضائع ہوئیں۔ بلکہ راولپنڈی میں تو پرسوں بھی حملے ہوئے اور کل بھی ہوئے۔ کل بھی ان حملوں کی وجہ سے جو شیعوں پر کئے گئے تیئس لوگ موت کے منہ میں چلے گئے۔شیعوں کو موقع ملتا ہے تو وہ اس طرح بدلہ لیتے ہیں۔

اُمّتِ مسلمہ کی اب عجیب قابل رحم حالت ہے۔ یہی مذہبی اختلافات یا کسی بھی قسم کے اختلافات ہیں جو مسلمانوں یا مسلمان حکومتوں میں بھی ایک دوسرے میں خلیج پیدا کرتے چلے جارہے ہیں۔ یا بعض ملک ایسے ہیں جن میں ملک کے اندر ہی اقلیتی فرقے کی حکومت ہے تو اکثریتی فرقہ شدید ردّعمل دکھا رہا ہے جو گولہ بارود کے استعمال پر منتج ہے۔ اقلیتی فرقے کو موقع ملتا ہے تو وہ اکثریت پر حملہ کر دیتا ہے اور اسی بنیاد پر دہشتگردی کے خلاف جنگ کے نام پر یا باغیوں کو کچلنے کے نام پر حکومت بھی معصوم جانیں ضائع کر رہی ہے۔ بلا سوچے سمجھے بمباری ہو رہی ہے، فائرنگ ہو رہی ہے، گھروں کو تباہ و برباد کیا جارہا ہے۔ اپنے ہی ملک کے ہزاروں مردوں عورتوں کو موت کے منہ میں اتار دیا جاتا ہے۔شام میں آجکل یہی کچھ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مخالف قوتوں کو اپنی من مانی کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی۔فلسطینیوں پر اسرائیل کا حملہ مسلمانوں کے اس اختلاف اور ایک نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔کوئی اسلامی ملک نہیں ہے جہاں مذہبی اختلاف یا سیاسی اختلاف کی بنا پر تمام اخلاقی قدروں کو پامال نہ کیا جارہا ہو۔ یا جہاں ایک دوسرے کے خلاف ظلم کی بھیانک داستانیں رقم نہ کی جا رہی ہوں۔ نتیجۃً کسی نہ کسی صورت میں ایک دوسرے کی طرف سے ظلم ہوتا ہوا تو ہمیں نظر آہی رہا ہے، بیرونی اسلامی قوتیں بھی اس کے نتیجہ میں اپنے دائرے اسلامی ممالک پر تنگ کرتی چلی جارہی ہیں۔ کاش کہ مسلمانوں کو عقل آجائے اور یہ ایک ہو جائیں۔ اپنے اسلاف سے کچھ سبق سیکھیں، تاریخ ہمیں ان کے متعلق کیا کہتی ہے۔ جب ایک اسلام مخالف بڑی طاقت نے، روم کی حکومت نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلاف کی وجہ سے اسلامی طاقت کو کمزور سمجھتے ہوئے اپنی ساکھ بحال کرنے کے لئے حملہ کرنا چاہا تو حضرت معاویہؓ کے علم میں جب بات آئی تو اُس بادشاہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ہمارے آپس کے اختلافات سے فائدہ اُٹھا کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر حملہ کیا تو مَیں حضرت علیؓ کی طرف سے پہلا جرنیل ہوں گا جو تمہارے خلاف لڑے گا۔

(البدایۃ والنہایۃ از حافظ ابن کثیر جلد 8 صفحہ 126 سنۃ 60 وھذہ ترجمۃ معاویۃ رضی اللہ عنہ وذکر شیء من ایامہ و دولتہ و ما ورد فی مناقبہ و فضائلہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

تو یہ ردّعمل تھا اُن صحابہ کا جن کی طرف ہم اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اور آج یہ لوگ مخالفین کے ساتھ مل کر اسلامی حکومتوں کے خلاف منصوبہ بندی کرتے ہیں اور پھر مسلمان بھی ہیں۔ ہاں ایک بات پر ان علماء کا یا نام نہاد علماء کا یا اُس طبقہ کا جو شر پھیلانے والا ہے، اتفاق ہوتا ہے اور وہ مسیح محمدی کی قائم کردہ جماعت کے خلاف منصوبہ بندی یا احمدیوں کو جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر دل و جان سے ایمان اور یقین رکھتے ہیں، زبردستی دائرہ اسلام سے خارج کرنا ہے۔ ان لوگوں کو ذرا بھی یہ خوف نہیں کہ جس نبی کا کلمہ یہ پڑھتے ہیں یا دعویٰ کرتے ہیں، جس کے لئے جان و آبرو قربان کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں اُس کے اس ارشاد پر بھی ذرا غور کریں۔ اس کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا۔ یہ ایک اصولی حکم ہے اور صرف ایک صحابی کے لئے نہیں تھا کہ کیا تم نے لوگوں کے دل چیر کے دیکھے ہیں کہ یہ دل سے کلمہ پڑھتے ہیں یا اوپر سے اور کسی خوف کی وجہ سے؟ کاش کہ یہ لوگ سمجھ جائیں۔ علماء کہلانے والے اپنے نام نہاد علم کے دعویٰ کے خول سے باہر آئیں۔عوام الناس کو گمراہ کرنے کے بجائے اُنہیں انصاف اور حق بتانے کی کوشش کریں اور اُس جری اللہ کے ساتھ منسلک ہو کر تمام فرقہ بندیوں کا خاتمہ کر کے ظلم و تعدّی کو ختم کریں۔ اور مذہبی جنگوں کے تصور کو ختم کر کے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو مسیح الزمان کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق پھیلا کر دشمن کی طاقت کو ختم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے والے بن جائیں۔

ہر احمدی بزرگانِ اسلام کی عزت کرے!

پس ہر احمدی، ہر مسلمان اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے والا ہے، آپ کے نور سے فیضیاب ہونے والا ہے، آپ کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والا ہے تو آلِ محمدؐ میں اُس کا شمار ہو جائے گا۔

پس یہ وہ حقیقی طریق ہے جس پر ہر مسلمان کے لئے چلنا ضروری ہے کہ ہر بزرگ کے مقام کو پہچان کر اُس کی عزت کریں، اُس کا احترام کریں۔ آپس کے جھگڑوں اور فسادوں اور قتل و غارت گری کو ختم کریں۔ بعید نہیں کہ یہ سب قتل و غارت گری اور فساد جو ہو رہے ہیں، مسلمان مسلمان کو جو قتل کر رہا ہے اس میں اسلام مخالف طاقتوں کا ہاتھ ہو جو مسلمانوں میں گروہ بندیاں کر کے، پیسہ دے کر، رقم خرچ کر کے فساد کروا رہے ہیں یا خود بیچ میں شامل ہو کر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اب جو شیعوں پر حملے ہو رہے ہیں یا مسجدوں پر حملے ہو رہے ہیں، ان میں اُن تنظیموں کا ہاتھ ہے جنہیں حکومت دہشتگرد کہتی ہے اور دہشتگردوں کے بارے میں یہ بھی حکومتوں کی رپورٹیں ہیں اور پاکستان میں بھی ہیں کہ ان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو بعض مسلمان ہی نہیں تھے بلکہ فساد پیدا کرنے کے لئے باہر سے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُمّت پر رحم کرے اور ان کو ایک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

احمدیوں کو بھی مَیں کہنا چاہوں گا کہ دوسرے مسلمان فرقے تو ایک دوسرے سے بدلے لیتے ہیں کہ اگر ایک نے حملہ کیا تو دوسرے نے بھی کر دیا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر باوجود تمام تر ظلموں کے جو یہ تمام فرقے اکٹھے ہو کر ہم پر کر رہے ہیں، ہمارے ذہنوں میں کبھی بھی بدلے کا خیال نہیں آنا چاہئے۔ ہاں کسی بات کی اگر ضرورت ہے تو یہ کہ ہم میں سے ہر ایک ہر ظلم کے بعد نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرے اور پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے دعاؤں میں لگ جائے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قربانی کا جو عملی نمونہ ہمارے سامنے قائم فرمایا ہے وہ ہمارے لئے رہنما ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ایک شعر میں

جماعت کو اس طرح نصیحت فرمائی ہے کہ

وہ تم کو حسین بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں
یہ کیا ہی سستا سودا ہے دشمن کو تیر چلانے دو

(کلام محمود۔ مجموعہ منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نظم 94 صفحہ 218)

دشمنوں کے ظلم سے حفاظت کی دعا

پس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر و استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دیئے۔ ان دنوں میں یعنی محرم کے مہینہ میں خاص طور پر جہاں اپنے لئے صبر و استقامت کی ہر احمدی دعا کرے، وہاں دشمن کے شر سے بچنے کے لئے رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمیں یہ دعا محفوظ رہنے کے لئے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ درود شریف پڑھنے کے لئے میں نے گزشتہ جمعہ میں بھی کہا تھا پہلے بھی کہتا رہتا ہوں کہ اس طرف بہت توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ دشمن جو ہمارے خلاف منصوبہ بندیاں کر رہا ہے اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص تائید و نصرت فرمائے اور ہم پر رحم کرتے ہوئے دشمنانِ احمدیت کے ہر شر سے ہر فردِ جماعت کو اور جماعت کو محفوظ رکھے۔ ان کا ہر شر اور منصوبہ جو جماعت کے خلاف یہ بناتے رہتے ہیں یا بنا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہی پر الٹائے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی آل میں شامل فرمائے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اصل مقام روحانی آل کا ہے۔ اگر جسمانی رشتہ بھی قائم رہے تو یہ تو ایک انعام ہے۔ لیکن اگر جسمانی آل تو ہو لیکن روحانی آل کا مقام حاصل کرنے کی یہ جسمانی آل اولاد کوشش نہ کرے تو کبھی اُن برکات سے فیضیاب نہیں ہوسکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے منسلک ہونے سے اللہ تعالیٰ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

پس ہمیں ہر وقت اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔ جب بھی درود شریف پڑھیں اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کس حد تک اس درود سے فیضیاب ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ کس حد تک زمانے کے امام کی بیعت میں آ کر قرآنِ کریم کی حکومت اپنے سر پر قبول کرنے والے ہیں۔ اللہ کرے کہ بزرگوں کے مقام کے یہ ذکر اور مخالفین احمدیت کی ہم پر سختیاں اور ظلم اور بعض حکومتوں کا ہم پر ان ظلموں کا حصہ بنا ہمیں پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والا ہو۔ ہماری قربانیاں سعید فطرت لوگوں کو احمدیت کی آغوش میں لانے والی ہوں اور ہم احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی فتوحات کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔ اسرائیل جو کچھ فلسطینیوں کے ساتھ کر رہا ہے اس کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا، اس کے لئے بھی بہت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ معصوم جانوں کو ہر قسم کے ظلم سے بچائے۔ اسرائیل کے بارے میں اُن کے یہ بیان آ رہے ہیں کہ ہم خوف کی حالت میں نہیں رہ سکتے اس لئے ہم نے فلسطینیوں پر حملہ کیا۔ خود ہی پہلے حملہ کیا، خود ہی اُن کے لوگ مارے، جب انہوں نے جواب دیا تو کہہ دیا یہ ہمارے لئے خوف پیدا کر رہے ہیں۔ یہ عجیب دھونس ہے اور یہ عجیب طریق ہے جو دنیا والے اپنا رہے ہیں، صرف اس لئے، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا، کہ مسلمانوں کی کوئی اکائی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ان معصوم فلسطینیوں پر بھی رحم کرے اور ان کو ہر قسم کے ظلم سے بچائے۔

(خطبہ جمعہ 23؍ نومبر 2012ء)

محرم میں درود شریف پڑھنے کی اہمیت

فرمایا:

دعاؤں کی قبولیت اور محرم کے حوالے سے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ان دنوں میں، اس مہینے میں درود شریف پر بہت زیادہ زور دیں کہ قبولیت دعا کے لئے یہ نسخہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں بتایا ہے اور آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق نے اپنے عملی نمونہ سے درود شریف کی برکات ہمارے سامنے پیش فرما کر ہمیں اس طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ درود پڑھنے کے لئے اپنے آپ کو اس معیار کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنی ہو گی جس سے درود فائدہ دیتا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں تو آپ کے مقام کی پہچان بھی ہمیں ہونی چاہئے۔

احادیث میں درود شریف پڑھنے کی اہمیت کے بارے میں جو ذکر ملتا ہے، ان میں سے چند ایک یہاں پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ جب صبح کو تشریف لائے تو حضور کے چہرے پر خاص طور پر بشاشت تھی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج حضورؐ کے چہرۂ انور پر خاص طور پر خوشی کے آثار ہیں۔ فرمایا ہاں۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتے نے آ کر مجھے کہا ہے کہ تمہاری اُمّت میں سے جو شخص تم پر ایک بار عمدگی سے درود بھیجے گا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کی دس نیکیاں لکھے گا (اور یہاں آپ نے فرمایا کہ عمدگی سے دُرود بھیجے گا) اور اس کی دس بدیاں معاف فرمائے گا۔ اور اُسے دس درجے بلند کرے گا۔ اور ویسی ہی رحمت اس پر نازل کرے گا جیسی اس نے تمہارے لئے مانگی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 مسند ابی طلحہ انصاری حدیث 16466 عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

آنحضرت ﷺ کی خوشی اُمّت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اظہار کی وجہ سے تھی۔ پس ہمارا کام ہے کہ اس رحمت کو لینے کے لئے آگے بڑھیں۔ خالص ہو کر آنحضرت ﷺ پر درود بھیجیں۔ اپنے گناہوں کی معافیوں کے بھی سامان کریں اور آئندہ نیکیاں کرنے کی توفیق ملنے کی بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے سامان کریں۔ پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا قیامت کے روز مَیں اس کی شفاعت کروں گا۔

(جلاء الافہام۔ صفحہ 70 ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ 1375ھ)

پس یہ مقام درود بھیجنے والے کو ملتا ہے۔ درجے بلند ہو رہے ہیں۔ گناہ معاف ہو رہے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مَیں اس کی شفاعت کروں گا۔ لیکن کیا آنحضرت ﷺ پر دُرود بھیجنے والے، جس کے لئے آنحضرت ﷺ شفاعت کریں گے، اس کے دل میں دوسرے مسلمان کے لئے کوئی بغض اور کینہ ہوسکتا ہے؟ کیا ایسے لوگوں کی شفاعت ہو گی؟ اور پھر کیا جب ہم اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کہتے ہیں تو آنحضرت ﷺ کی آل کے خلاف کوئی کینہ اور بغض دل میں ہوسکتا ہے؟ اور کیا آپؐ کے صحابہؓ کے خلاف کوئی کینہ اور بغض کسی کے دل میں ہوسکتا ہے؟

اگر اس بات کو ہر مسلمان سمجھ لے تو آپس کی لڑائیاں، رنجشیں اور فساد خود بخود ختم ہو جائیں کہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے لئے اور درجات بلند کروانے کے لئے دُرود کا حق ادا کرنا ہو گا اور حق ادا کرنے کے لئے ہمیں آپس کے کینے اور بغض بھی ختم کرنے ہوں گے۔ کیونکہ ہم اُمّت کے فرد ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ کی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہو گی جو منہ سے تو دُرود پڑھ رہے ہوں گے اور دل ان کے کٹے پھٹے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ تو دلوں کو جوڑنے کے لئے آئے تھے۔ آپؐ کے ماننے والوں کے بارے میں تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (فتح:30) یعنی آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم اور ملاطفت کے جذبات رکھتے ہیں۔ لیکن کیا آج مسلمانوں کی ایسی حالت ہے کہ رحم کے جذبات ایک دوسرے کے لئے رکھتے ہوں۔ یہ محرم کا مہینہ ہے۔ ہر سال ہم خبریں سنتے ہیں کہ فلاں جگہ شیعوں کے تعزیہ پر حملہ کیا گیا۔ فلاں جگہ امام باڑے پر حملہ کیا گیا۔ پاکستان میں بعض مولوی، وہ لوگ جو دینی علم رکھنے والے سمجھے جاتے ہیں جن سے توقع کی جاتی ہے کہ مسجد کے منبر سے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سنت کو پورا کرتے ہوئے اس جگہ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے محبت و پیار کا پیغام دیں لیکن یہ ہوا و ہوس میں ڈوبے ہوئے لوگ منبر رسول ﷺ سے نفرتوں کا پیغام دیتے ہیں۔ محبتوں کے سفیر بننے کی بجائے نفرتوں کے پیغامبر بنتے ہیں۔ اور پھر اسی وجہ سے حکومت یہ اعلان کرتی ہے اور یہ اعلان اخباروں میں چھپتے ہیں کہ فلاں مولوی پر فلاں فلاں جگہ جانے پر پابندی ہے۔ اتنے عرصے کے لئے پابندی لگائی گئی ہے تا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرتوں کے بیج نہ بو سکیں۔ پس یہ تو حال ہے آج ان لوگوں کا جو ایک طرف تو قرآن اور سنّت کی تعلیم دیتے اور دوسری طرف نفرتوں کے بیج بوتے ہیں اور نفرتوں کی دیواریں کھڑی کر رہے ہیں۔ ہر سال یہ پابندیوں کا مستقل عمل ہے جو حکومتوں کو دُہرانا پڑتا ہے۔ پھر کربلا میں بھی خود کش حملے ہوتے ہیں۔ شیعہ سنیوں پر حملے کرتے ہیں۔ سنی شیعوں پر حملے کرتے ہیں۔ اس کو روکنے کے لئے حکومتوں کو علماء کی کمیٹیاں بنانی پڑتی ہیں تا کہ ملک میں فساد نہ پھیلے۔ اور اگر محرم کے دن امن سے گزر بھی جائیں تو یہ نفرتوں کی جو باتیں ہیں، جو نفرتوں کے نعرے ہیں، جو نفرتوں کے لاوے دلوں میں پک رہے ہوتے ہیں، یہ بعد میں پک کے نکلتے ہیں اور سارا سال مختلف جگہوں پر کچھ نہ کچھ فساد ہوتا رہتا ہے اور دونوں بظاہر مسلمان بھی ہیں اور دُرود پڑھنے والے بھی ہیں تو کیا ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت ﷺ نے سفارشی بننے کا اعلان فرمایا ہے؟ سوچنے کا مقام ہے۔

ہمیں اس لحاظ سے بھی دعا کرنی چاہئے اور دُرود پڑھنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے، آنحضرت ﷺ کے حقیقی پیغام کو سمجھنے والے بھی بنیں۔ دُرود کی حقیقت کو سمجھیں اور آج جبکہ عالم اسلام خطرے میں ہے تو ایک اکائی کا ثبوت دیں تا کہ دشمن کی میلی آنکھ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ دُرود شریف میں جب ہم آلِ رسول پر دُرود بھیجتے ہیں تو ان روحانی اور جسمانی رشتوں کا بھی خیال آتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وہ خونی رشتے جنہوں نے روحانی رشتہ دار ہونے کا بھی حق ادا کیا ہے اور ایسا حق ادا کیا ہے کہ جس کے معیار بلندیوں کو چھو رہے ہیں، ان کے بارے میں کسی حقیقی مسلمان کے دل میں خیال آ ہی نہیں سکتا کہ کوئی نازیبا کلمات ان کے بارے میں کہیں۔ بلکہ درود پڑھتے وقت بھی جب آلِ رسول پہ درود بھیجتے ہیں تو وہ لوگ فوراً سامنے آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح

آنحضرت ﷺ کے صحابہ ہیں۔ وہ صحابہ جنہوں نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کو نقصان سے بچانے کے لئے، ہر تکلیف سے بچانے کے لئے اپنے سینے آگے کر دیئے۔ ان صحابہ میں ایک آنحضرت ﷺ کے غار کے وہ ساتھی بھی ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ:40)۔ غم نہ کر یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآن کریم میں درج کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہمیشہ کے لئے آنحضرت ﷺ کا بہترین ساتھی قرار دے دیا اور ان فضلوں کا بھی ساتھی بنا دیا جو اس ہجرت کے سفر میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر فرمائے تھے۔ پس ایسے بزرگوں کی شان میں کسی قسم کے ایسے الفاظ کہنا جن سے ان کے مقام میں کسی بھی قسم کی کمی نظر آتی ہو ایک مسلمان کا، ایسے مسلمان کا کام نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے والا ہے۔

آپؐ کی آل میں وہ خونی رشتے دار، جنہوں نے روحانی رشتے کو بھی نبھایا جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا ہے اور اس کے بلند معیار قائم کئے، ان کے علاوہ وہ رشتے بھی شامل ہیں جنہوں نے روحانیت کا تعلق جوڑا۔

پس آج ہمارا کام ہے کہ جب دنیا میں ایک دوسرے کے لئے نفرتوں کی دیواریں بلند ہو رہی ہیں۔ مسلمان کہلا کر پھر ایک دوسرے سے نفرت کے بیج بوئے جاتے ہیں تو یہ دُرود پڑھیں، دعائیں کریں۔ ایک ہمدردی کے جذبے سے اُمّت محمدیہ کے لئے بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی حقیقی رنگ میں دُرود شریف کی پہچان کرنے والا بنائے تا کہ مسلمان رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ (فتح:30) کا حقیقی نظارہ دیکھیں۔ ان کے لئے دعائیں کرنا ہمارا فرض بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُرود کی برکات اور اہل بیت سے تعلق کا جو ادراک ہمیں عطا فرمایا ہے وہ مَیں آپؑ کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ آپؑ نے ایک جگہ فرمایا کہ:

’’ایک مرتبہ الہام ہوا، جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے‘‘۔ اللہ تعالیٰ دین کو دوبارہ زندگی دینا چاہتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جوش میں ہے ’’لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص مُحۡیِی کے تعین ظاہر نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اختلاف میں ہے‘‘۔ لیکن یہ نہیں پتہ لگ رہا کہ کس کے ذریعہ سے یہ زندگی دوبارہ پیدا کی جانی ہے تو ’’اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک مُحۡیِی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارے سے اس نے کہا ھٰذَا رَجُلٌ یُّحِبُّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے‘‘۔ یعنی اس عہدے کے لئے جو زندہ کرنے والا ہے سب سے بڑی شرط محبت کی ہے۔ جس نے مُحۡیِی بننا ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت میں سب سے زیادہ ہونا چاہئے۔ ’’سو وہ اس شخص میں متحقق ہے‘‘۔ وہ اس شخص میں پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کر کے فرشتوں نے کہا۔ فرماتے ہیں کہ ’’اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے‘‘۔ یہ جس الہام کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو پہلے ہوا تھا، یہاں نہیں پڑھا گیا کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلۡدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ۔ فرمایا کہ ’’اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سر ہے کہ افاضہ انوار الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہی طیّبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔ اس جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبتِ حسّ سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یکدفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے‘‘۔ یہ کشفی حالت طاری ہوئی اور چند لوگوں کے چلنے کی وہ آواز آئی جو جوتی پہننے سے آتی ہے۔ ’’پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا ﷺ حضرت علی و حسنین و فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادرِ مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔ جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تالیف کیا ہے اور اب علیؓ وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598-599 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اب یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کشف تھا۔ اسے بھی بعض غیر توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہوئے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعوذ باللہ حضرت فاطمہ کی ہتک کی ہے تو یہ اصل میں ان اعتراض کرنے والوں کی بدفطرت ہے جو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ فقرہ کہہ کے ہتک کی گئی ہے۔ فتنہ پیدا کرنے والے جو مولوی ہیں یہ عام لوگوں کو پورا فقرہ نہیں بتاتے، (اور عوام جہالت کی وجہ سے یا ان لوگوں نے پڑھا پڑھا کے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ سننا اور دیکھنا ہی نہیں چاہتے کہ اصل چیز کیا ہے۔) یہ صرف اتنا فقرہ بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ لکھ دیا کہ حضرت فاطمہ نے میرا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ کیونکہ گند خود اُن کے ذہنوں میں بھرا ہوا ہے اس لئے اس گند سے یہ باہر نکل ہی نہیں سکتے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فرمایا ہے کہ نہایت محبت و شفقت سے مادرِ مہربان کی طرح عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ اب مادر مہربان کا کیا مطلب ہے؟ مہربان ماں، اس مہربان ماں کے لفظ کے ساتھ کوئی گندہ خیال ابھر سکتا ہے؟ یہ صرف اور صرف اگر ابھر سکتا ہے تو ان گندے اور بدفطرت مولویوں کے ذہنوں میں۔ یہ ضمناً ذکر آ گیا اس لئے مَیں نے وضاحت کر دی۔

تو یہ سارے کشف اور الہام ہیں ایک تو اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسیح و مہدی ہونے کے مقام کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ یہ اسی دُرود کی وجہ سے تھا جو آپ آنحضرت ﷺ سے بے پناہ عشق کی وجہ سے آپ ﷺ پر بھیجتے تھے۔ دوسرا آپ فرماتے ہیں کہ یہ جو الہام ہے۔ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اس میں ایک راز یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے انوار سے فیض حاصل کرنا ہے تو اہل بیت سے محبت کرنا بھی ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بننے کے لئے ان پاک اور مطہر لوگوں کی وراثت پانا بھی ضروری ہے۔ پس یہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بننے والا ان پاک اور مطہر وجودوں کے نقش قدم پہ چلے تو اللہ تعالیٰ اس محبت کی وجہ سے جو آنحضرت ﷺ کے پیاروں سے کسی کو ہے ان محبت کرنے والوں کو اپنے قرب سے نوازتا ہے۔ پس یہ حقیقی محبت ہے کہ اپنے محبوب کے پیاروں سے بھی محبت ہو اور اگر اس نکتے کو مسلمان سمجھ لیں تو کبھی ایک دوسرے کے لئے نفرتوں کی دیواریں کھڑی نہ ہوں۔ یہ ٹھیک ہے کہ نفرتوں کی دیواریں کھڑی کرنے والے جو علماء یا نام نہاد مولوی ہیں، اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اور اپنی اناؤں کی خاطر یہ دیواریں کھڑی کرتے ہیں۔ لیکن ان دیواروں کو کھڑا کرنے میں نام ان بزرگوں کا استعمال کرتے ہیں جو اپنی ساری زندگی رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ کی بہترین مثال بنے رہے۔ پس یہ عوام الناس کے لئے بھی سوچنے کا مقام ہے کہ آنکھیں بند کر کے کسی کے پیچھے چلنے کی بجائے اپنی عقل کا استعمال کریں۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے ہمیں جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ ان لوگوں کی محبت بھی مانگی ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت میں بڑھانے کا ذریعہ بنے جیسا کہ ایک دعا میں آپ نے یہ سکھایا کہ اَللّٰھُمَّ ارۡزُقۡنِیۡ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنۡ یَّنۡفَعُنِیۡ حُبُّہٗ عِنۡدَكَ۔

(ترمذی۔ کتاب الدعوت باب 73/74 حدیث 3491)

کہ اے اللہ! عطا کر مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت کہ میرے کام آئے اس کی محبت تیرے حضور۔ اور سب سے زیادہ کام آنے والی محبت آنحضرت ﷺ سے محبت ہے۔ نفع دینے والی محبت آنحضرت ﷺ سے محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔ اور یقیناً ان لوگوں سے بھی محبت اللہ تعالیٰ کا قرب دلاتی ہے جن سے آنحضرت ﷺ نے محبت کی۔ جہاں ہمارا کام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہر حکم کی اور ہر کام کی پیروی کریں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ جن سے آپؐ نے محبت کی ان سے ہم بھی محبت کریں۔ اور بے شمار روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہاں اپنی جسمانی اور روحانی آل سے محبت کی یعنی جسمانی آل سے جن کا روحانی تعلق بھی تھا اور ہے ان سے محبت کی وہاں صرف جو روحانی اولاد تھی، آپ کے ماننے والے تھے، صحابہ تھے، ان سے بھی محبت کی۔ اس کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ اُمّت کے جو لوگ دُرود بھیجیں گے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے گا اور اس پر آپ بے انتہا خوش ہیں۔ وہی نہیں جو اس وقت کے صحابہ تھے بلکہ تا قیامت آنے والے تمام وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کیونکہ ان سے رحمت کا سلوک فرمانا ہے تو اس بات سے آنحضرت کو بے انتہاء خوشی پہنچ رہی ہے اور خوشی تبھی پہنچتی ہے جب حقیقی محبت ہو۔ اگر اس اصل کو مسلمان سمجھ جائیں تو کبھی کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ کبھی ایک دوسرے کی مسجدوں پہ خودکش حملے نہ ہوں۔ کبھی علماء پر ایک جگہ سے دوسری جگہ خاص طور پر محرم کے مہینہ میں جانے پر پابندیاں عائد نہ ہوں۔ بہرحال ہمارا کام یہ ہے کہ ان کی بھلائی کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ مسلمان بھی سوچیں کہ کیا وجہ ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ جب آپس میں رحم اور ملاطفت کے نظارے نظر آتے تھے اور آج مختلف گروپوں سے، مختلف گروہوں سے، مختلف طبقوں سے نفرتوں کے لاوے ابلتے ہیں۔ کس کی نظر کھا گئی اس اُمّت کو؟ کہاں نافرمانی ہوگئی جس کی یہ سزا مل رہی ہے۔ سوچیں اور سوچیں تا کہ اسلام کا اصل حسن دنیا کو دکھا سکیں۔ اپنی کمزوریوں پر نظر کریں۔ پس پھر مَیں کہوں گا کہ آج کل ہم احمدیوں کو چاہئے کہ اس مہینے میں درود شریف بھی بہت پڑھیں۔ امت مسلمہ کو آپس کے لڑائی جھگڑوں، فتنوں اور فسادوں سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں بھی بہت کریں اور آنحضرت ﷺ کی آل اور اصحاب اور تمام ان لوگوں سے جن سے ہمارے محبوب آقا نے محبت کی، ایسی محبت کا اظہار کریں جو بے مثال ہو۔

آنحضرت ﷺ کی وہ جسمانی اولاد جس نے آپ سے روحانی رشتہ بھی قائم رکھا ہماری محبت کی یقیناً حقدار ہے اور بہت زیادہ حقدار ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

’’حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ … تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 654 اشتہار تبلیغ الحق 8 اکتوبر 1905ء۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس یہ محبت ہے جو حضرت امام حسینؓ سے ہر احمدی کو کرنی چاہئے۔ جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے۔

اسی طرح صحابہؓ کا مقام بھی ہمارے دل میں قائم ہے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ، اور حضرت عمرؓ کا مقام بھی ہمارے دلوں میں قائم ہے۔ یہ نہیں کہ ایک طرف محبت ہوئی اور دوسری طرف سے کم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنے والوں سے ہمیں محبت کرنی ہے۔…

پس ہمارے لئے تو آنحضرت ﷺ کے سب پیارے ہی بہت پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو بھی ہر قسم کے تفرقہ کو ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ آج بیرونی طور پر بھی مخالفت زوروں پر ہے۔ آج ہمیں ایک ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے کی ضرورت ہے۔ اب اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان جو لڑائی ہو رہی ہے اس میں بھی صحیح راہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے مظلوم فلسطینی نقصان اٹھا رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو خود ہی نقصان پہنچا رہے ہیں اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ راہنمائی فرمادی کہ دین کے نام پر جنگیں نہ کرو۔ کوئی جنگ جو دین کے نام پہ ہو گی وہ کامیاب نہیں ہو گی اور اس جنگ میں تو ویسے بھی توازن نہیں ہے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بات چیت سے مسئلہ ختم کیا جائے تا کہ معصوم جانوں کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔ اسرائیل کا حملہ تو معصوموں پر ہے۔ ٹھیک ہے کہ ان کے کچھ ٹارگٹ بھی مر رہے ہیں۔ لیکن بہت سی معصوم جانیں بھی ضائع ہو رہی ہیں۔ یہاں کے اخباروں نے بھی شور مچانا شروع کر دیا ہے کہ ایک کے بدلے میں تم ڈیڑھ سو آدمیوں کو مار دیتے ہو۔ اُن لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے سلوک کرنا ہے یا اُن کا جو انجام ہونا ہے وہ کسی جنگ سے نہیں ہونا بلکہ خدا تعالیٰ کی تقدیر نے اپنا فیصلہ خود ظاہر کرنا ہے اور کس طرح ہونا ہے وہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور یہی قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے۔ پس فلسطینیوں کو اگر اپنا دفاع کرنا ہے اور مسلمانوں نے ان کی کوئی مدد کرنی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے کریں۔ دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو پکڑتا ہے اور پکڑے گا۔ لیکن مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ زمانے کے امام کی آواز کو پہچانیں۔ میں نے تو یہاں غیروں کے سامنے بھی جب کہنے کا موقع ملا تو یہی کہا ہے کہ اگر انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرو گے تو اپنے آپ کو جنگ کی ہولناکیوں میں ڈالتے رہو گے۔ صرف معصوموں اور مظلوموں پہ ظلم کرنے سے بچ نہیں جاؤ گے یا اپنی طاقت کا لوہا نہیں منوا لو گے۔ پس ان کو یہی ہمیشہ کہا گیا کہ اپنی نسلوں کو بھی ان تباہیوں سے بچانے کی کوشش کریں اور انصاف کے تقاضے قائم کریں۔ اللہ کرے کہ یہ بڑی طاقتیں انصاف کے تقاضے پورے کرنے والی بھی ہوں۔ ورنہ یہ ایک دو ملکوں کی جنگ کا سوال نہیں رہے گا۔ پھر ان جنگوں کی صورت میں جو ہونے والی ہیں اور جو بظاہر نظر آ رہی ہیں بڑی خوفناک عالمگیر تباہی آئے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم احمدیوں کو بھی دعائیں کرنے کی توفیق دے۔ دُرود پڑھنے کی توفیق دے تا کہ دنیا کو اس تباہی سے بچانے والے بن سکیں۔ اللہ کرے کہ دنیا بھی اس حقیقت کو پہچانے اور تباہی سے بچے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ نیا چڑھنے والا سال جماعت احمدیہ پر جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہزاروں رحمتوں اور برکتوں کا سال بن کر چڑھے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں نئی سے نئی کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو یہ سال ہر لحاظ سے مبارک کرے۔

(خطبہ جمعہ 2/ جنوری 2009ء)

جماعت احمدیہ کا نمونہ

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

آج کل ہم محرّم کے مہینے سے گزر رہے ہیں جو اسلامی سال کے کیلنڈر کا پہلا مہینہ ہے۔ انگریزی سال کے شروع ہونے پر ہم ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اسلامی سال کے شروع ہونے پر کئی مسلمان ملکوں میں اس فرقہ واریت کی وجہ سے قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ وہ دین جو امن اور سلامتی کی اعلیٰ ترین تعلیم دینے والا دین ہے کیوں اس کے ماننے والے اپنے سال کا آغاز فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری سے کرتے ہیں؟ ہمیں سوچنا چاہیے۔ ہمیں اپنے رویوں کو بدلنا چاہیے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کس طرح ہم مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنا کر ان فسادوں اور دہشت گردیوں کو ختم کر سکتے ہیں؟ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارے آقا و مطاع حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اسلام کی ابتدا کی ترقی کے بعد ایک فیج اعوج کے زمانے کی خبر دی تھی تو پھر یہ خوشی کی خبر بھی دی تھی کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہو گی۔ وہی معاملہ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف ہوا تھا وہی معاملہ آخری زمانے میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کے قیام کے بعد مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنانے کا ذریعہ بھی بن جائے گا مسلمانوں کی ترقی اور اکائی کا ایک روشن نشان بن جائے گا۔ پس جب حالات بتا رہے ہیں کہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں وہ نشانیاں جو قرآن و حدیث سے پتہ چلتی ہیں پوری ہو رہی ہیں یا ہو گئی ہیں تو کیوں نہ ہم اس حکَم اور عدل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی تلاش کریں جو شیعہ سنی اور مختلف فرقوں اور مسلکوں کے اختلافات کو ختم کر کے ہمیں ایک بنانے والا ہے۔ ان اندھے نام نہاد علماء کی تقلید نہ کریں جو خود بھی ڈوب رہے ہیں اور اپنے ساتھ ایک بڑی تعداد میں مسلمانوں کو بھی ڈبونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دیکھیں جب وہ نشانیاں پوری ہو گئیں جن میں قرآن اور حدیث سے پتہ چلتا ہے تو ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کون ہے، اسے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کون ہے جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا ذریعہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا کیا گیا ہے۔ کسی کو کھڑا ہونا چاہیے۔ ہم احمدی کہتے ہیں کہ وہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں جن کے سپرد اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام کیا ہے یا جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کروا رہا ہے یا کروائے گا جنہوں نے جھگڑوں اور فسادوں کو امن و سلامتی میں بدلنا ہے۔ پس ہم میں اگر عقل ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم محرم کو صرف افسوس کرنے یا پھر اپنے بغضوں اور کینوں اور غصوں کو نکالنے کا مہینہ نہ بنائیں، صرف اپنے جذبات کے اظہار کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ ایک دوسرے سے محبت اور پیار کا مہینہ بنائیں۔ اس حقیقی تعلیم پر چلیں جو اسلام کی تعلیم ہے۔ اس رہنما کے پیچھے چلیں جسے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حکَم اور عدل کا مقام دیا ہے تبھی ہم حقیقی مسلمان کہلا سکتے ہیں۔ تبھی ہم دنیا کو اپنے پیچھے چلا سکتے ہیں۔-----

جیسا کہ میں نے کہا آج کل ہم محرم کے مہینے سے گزر رہے ہیں۔ کل یا پرسوں دس محرم بھی ہے جس میں حضرت حسینؓ کی شہادت کے حوالے سے شیعہ اپنے جذبات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک ظالمانہ فعل تھا جس طرح حضرت حسینؓ کو شہید کیا گیا۔ جب ان جذبات کا اظہار شیعہ حضرات کرتے ہیں یا عام حالات میں بھی شیعہ حضرات کے حضرت حسینؓ کے بارے میں، حضرت علیؓ کے بارے میں جو جذبات ہیں تو عموماً ہمارے بارے میں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یا آپؑ کی جماعت نے خاندان نبوت کے مقام کو نہیں پہچانا۔ اس غلط فہمی کو جماعتِ احمدیہ ہمیشہ دور کرنے کی کوشش بھی کرتی رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ کے بارے میں جو فرمایا ہے…اس سے اس کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی نظر میں کیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہ ہم اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ باقی تین خلفاء بھی برحق تھے۔---

پس اس کے لیے آج کل، خاص طور پر اس مہینے میں اور ہمیشہ بھی جبکہ دشمنی بھی آج کل خاص طور پر پاکستان میں بھی اور دوسری جگہوں پہ بھی اپنے عروج پر اور زوروں پر ہے ہمیں چاہیے کہ دعاؤں پر بہت زور دیں۔ درود شریف پڑھنے پر بہت زور دیں اور جتنا اللہ تعالیٰ کے حضور ہم جھکیں گے اتنا ہی جلدی اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے گا، کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے گا۔ ان دنوں میں خاص طور پہ دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی دعا کریں۔ وہ مسلمان فرقے ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے پر لگے ہوئے ہیں اور ان دنوں میں خاص طور پر جب دس محرّم آتی ہے تو تاریخ ابھی تک تو یہی بتا رہی ہے کہ کہیں نہ کہیں امام بارگاہوں پہ اور تعزیوں پہ یا مختلف جگہوں پہ حملے بھی ہوتے ہیں اور پھر کئی لوگوں کو شہید کیا جاتا ہے، دین کے نام پر شہید کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عقل دے اور کم از کم اس سال ایسی اطلاع کہیں سے کسی بھی ملک سے نہ ملے کہ جہاں مسلمانوں نے مسلمانوں کو مارا ہو اور یہ مسلمان اس حقیقت کو بھی جلد پہچاننے والے ہوں کہ اسلام کی جو فتح اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہی کی ہے اور ان کو یہ سمجھ آ جائے کہ ہماری کامیابی اب اسی میں ہے کہ زمانے کے امام اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق بھی عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 28/ اگست 2020ء)

رپورٹ: ریاض محمود باجوہ۔نمائندہ الفضل آن لائن جرمنی

مجلس انصار اللہ نوئے ویڈ کی تنظیمی سرگرمیاں

(1)سائیکل ٹور

شعبہ ذہانت وصحت جسمانی مجلس انصار اللہ نوئے ویڈ جرمنی نے مورخہ 16جون 2022 بروز جمعرات نماز عصر کے بعد سائیکل ٹور کا پروگرام رکھا تھا۔بیت الرحیم (نوئے ویڈ)کے شرقی لان میں روانگی سے قبل خاکسار نے دعا کرائی۔دعا کے وقت چند خدام بھی دعا میں شامل ہوئے۔اس پر اراداش اویس احمد خالد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ نے تصاویر بھی بنائیں۔6انصار اور ایک خادم باقاعدہ طور پر سائیکل ٹور میں شامل ہوئے۔جن کے نام درج ذیل ہیں۔

منصور احمد گل صاحب(منتظم ذہانت وصحت جسمانی)

چوہدری فاروق احمد صاحب

محمد عرفان صاحب

ندیم احمد صاحب(منتظم ایثار)

سلطان عمر صاحب(منتظم عمومی)

فاضل حسین صاحب (منتظم تربیت)

باسط احمد صاحب (خادم)

حوصلہ افزائی کے لئے خاکسار(ریاض محمود باجوہ)کے علاوہ محمد عالم سوئل صاحب صدر جماعت وناظم اعلیٰ علاقہ مجلس انصار اللہ رائن لنڈ فالس، رفیق احمد صاحب (سیکرٹری وقف جدید) نسیم گل بٹ صاحب مع اپنے بیٹے عمر بٹ صاحب اور اراش اویس احمد خالد صاحب گاڑیوں پر Tornay(ٹورنائے) مقام تک ساتھ گئے۔

ٹورنائے جو کہ تقریباً ساڑھے چار کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا وہاں پہنچ کر نزدیکی قبرستان میں جہاں چند احمدی احباب وخواتین کی قبریں ہیں۔ان پر سب احباب نے دعا کی۔نیز قبرستان کی صفائی کا بھی موقع ملا۔جس میں خصوصاً درج ذیل احباب نے حصہ لیا۔

محمد عالم سوئل صاحب

رفیق احمد صاحب

خاکسار(ریاض محمود باجوہ)

نسیم گل بٹ صاحب

عمر بٹ صاحب ابن مکرم نسیم گل بٹ صاحب

آصف ممتاز کاہلوں صاحب (زعیم مجلس وزونل ناظم اعلیٰ انصار اللہ)

اس طرح کل 10انصار اور تین خدام اس پروگرام میں شامل ہوئے۔پروگرام کے دوران میں شعبہ ایثار کی طرف سے شاملین

پروگرام کی خدمت میں ریفریشمنٹ کے لئے شیزان جوس پیش کیا گیا۔ 18:15 پر شروع ہونے والا یہ پروگرام 19:45 پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے دورانیہ کے ساتھ بخیروخوبی اختتام پذیر ہوا۔

(2)وقار عمل

مورخہ 18جون 2022ء بروز ہفتہ مجلس انصار اللہ نوئے ویڈ شعبہ ایثار کے تحت شہر کے انڈسٹری ایریا میں وقار عمل کیا گیا۔جس میں 9انصار اور 2خدام نے حصہ لیا۔نام درج ذیل ہیں۔

(انصار)

محمد عالم سوئل صاحب صدر جماعت وناظم اعلیٰ علاقہ

آصف ممتاز کاہلوں صاحب زعیم مجلس وناظم اعلیٰ زون

خاکسار(ریاض محمود باجوہ)

ناصر احمد ثالث صاحب منتظم تبلیغ

ندیم احمد صاحب منتظم ایثار

فاضل حسین صاحب منتظم تربیت

شکیل احمد چٹھہ صاحب

افتخار احمد چیمہ صاحب

محمد عرفان صاحب

(خدام)

واصب احمد صاحب نائب قائد

عبد اللہ ممتاز صاحب ناظم وقار عمل

صبح دس بجے شاملین وقار عمل بیت الرحیم نوئے ویڈ کے سامنے سڑک پر جمع ہوئے۔روانگی سے پہلے دعا ہوئی جو خاکسار نے کروائی اور گروپ فوٹو بھی ہوا۔اس کے بعد سبھی احباب گاڑیوں پر انڈسٹری ایریا پہنچے۔پورٹا شاپنگ سنٹر کی پارکنگ میں گاڑیاں کھڑی کی گئیں۔تقسیم کار کا جائزہ لیکر سب کو صفائی والے ایریاز کے متعلق بتایا گیا۔چنانچہ سامان صفائی ساتھ لیکر مخصوص ایریا کی صفائی کا کام شروع کیا گیا۔متعدد سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر بکھرا ہوا کوڑا، کچرا، شاپر وغیرہ اٹھائے گئے۔تقریباً دو گھنٹے یہ وقار عمل جاری رہا۔9، 10بڑے شاپر کوڑے وغیرہ کے اکٹھے کئے گئے جن کو ساتھ رکھ کر ایک گروپ فوٹو لیا گیا۔گاڑیوں پر گزرنے والے لوگ ہمیں سڑکوں اور فٹ پاتھوں کی صفائی کرتا دیکھ کر متعجب بھی ہوتے اور متاثر بھی۔جرمنی بھر میں زیادہ تر اس طرح کے وقار عمل جماعت احمدیہ ہی کرتی ہے۔خصوصاً ہر سال یکم جنوری کو جب نئے سال کی خوشی اور تقریبات میں گولہ بارود چلایا جاتا ہے۔ڈبے، بوتلیں، شاپر وغیرہ ہر طرف بکھرے ہوتے ہیں اور جرمنی کی ہر احمدی جماعت کے خاص طور پر خدام صفائی کرنے جاتے ہیں۔

تقریباً 12بجے دوپہر ہم نے وقار عمل ختم کیا۔گرمی اس دن کافی تھی۔ریفریشمنٹ کے لئے روح افزا مشروب برف اور لیموں ڈال کر ساتھ رکھا گیا تھا جس سے احباب کی تواضع کی گئی۔

کوڑے کے شاپر ایک جگہ پر اکٹھے رکھ دیے گئے۔جن کو بعد میں ضلعی انتظامیہ اٹھالیتی ہے اور ہم اپنا کام مکمل کر کے واپس آگئے۔

(3) تبلیغی پروگرام

مورخہ 21جون 2022 بروز منگل مجلس انصار اللہ نوئے ویڈ کے 2رکنی وفد آصف ممتاز کاہلوں صاحب زعیم مجلس اور مکرم سلطان عمر صاحب منتظم عمومی نے نوئے ویڈ کے علاوہ تین دیگر ملحقہ شہروں کی اوپن لائبریریوں میں جماعتی کتب بغرض تبلیغ رکھیں۔تقریباً ہر شہر میں لوہے کی الماریوں کی صورت میں ایسی لائبریریاں ہیں جو 24 گھنٹے عوام الناس کے استفادہ کے لئے کھلی رہتی ہیں۔کوئی بھی ان سے بغرض مطالعہ کتابیں لے بھی سکتا ہے اور ان میں رکھ بھی سکتا ہے۔نوئے ویڈ کے علاوہ جن شہروں کی لائبریریوں میں جماعتی کتب رکھی گئیں۔ان میں وائزن تھورن(WeissenThurn)انڈرناخ(Andernach)اور نیڈابیبا (Niederbieber) شامل ہیں۔

مذکورہ لائبریری کی فوٹو دیکھی جاسکتی ہے۔اس پروگرام میں بطور معاون ایک خادم عبد اللہ ممتاز صاحب نے بھی شرکت کی۔جو کتب ان لائبریریوں میں رکھی گئیں وہ جرمن زبان میں ہیں اور ان کے نام درج ذیل ہیں

(1) محمد ﷺ

(2)عالمی بحران اور امن کا راستہ

(Die Weltkrise und der weg Zum Frieden)

رپورٹ: شفیق احمد قریشی۔ سیکرٹری اشاعت سسکاٹون، کینیڈا

سسکاٹون میں Indigenous لوگوں کے قومی دن کی تقریب

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضور انور کی ہدایت کی روشنی میں مورخہ 15 جون 2022ء کو مسجد بیت الرحمت سسکاٹون میں Indigenous لوگوں کا دن منایا گیا۔ یہ تقریب کینیڈا کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ کینیڈا میں پہلی بار کسی مسجد میں آ کر Indigenous لوگوں نے اپنا دن منایا ہے۔

پس منظر

اس کا Background یہ ہے کہ 2016ء میں حضور انور نے کینیڈا کے دورے پر جماعت احمدیہ کینیڈا کو ہدایت فرمائی کہ Indigenous لوگوں یعنی پرانے رہنے والے مقامی باشندوں اور قبائل سے تعلقات قائم کریں۔ حضور انور کے ارشاد کی روشنی میں کینیڈا مرکز میں Indigenous Desk قائم کیا گیا اور کینیڈا کی جماعتوں نے اس شعبہ کے تحت کام شروع کر دیا اور جماعتی پروگراموں میں خاص طور پر جلسہ سالانہ پر ان لوگوں کو مدعو کرنا شروع کیا۔ سسکاٹون میں بھی اس پر کام شروع ہوگیا۔ جن احمدی دوستوں کے حلقہ احباب میں یہ لوگ شامل تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ تعلقات مزید بہتر بنانے کی طرف خصوصی توجہ دی اور ساتھ ساتھ ان کو جماعتی پروگراموں میں مدعو کرنا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں سسکاٹون کے دیگر احباب جماعت کے علاوہ مکرم راشد احمد صاحب سیکرٹری تبلیغ کی خدمات نمایاں ہیں۔ ان کے یونیورسٹی کے دوست جو کہ First Nation سے تھے انہوں نے ان کے ذریعہ سے اور مختلف قبائل کے لیڈرز سے رابطے کیے اور ان کو جماعت کا تعارف اور مقاصد بتائے۔ یہ سب تعلقات انسانیت، احترام اور عزت کے بنیادی اصولوں پر استوار کیے گیے۔

مکرم راشد صاحب کو Saskatoon کا Indigenous Coordinator بنایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی کامیابی 2017ء میں ہوئی جب مختلف Indigenous Leaders کی امیر صاحب کینیڈا کیساتھ بیت الرحمت مسجد میں میٹنگ رکھی گی۔ جس کے کامیاب انعقاد پر امیر صاحب نے خوشنودگی کا اظہار کیا۔ ان میں سے کچھ لیڈرز نے جلسہ سالانہ انگلینڈ میں شمولیت کی اور انہیں حضور انور سے ملاقات کی سعادت ملی۔ اس کے بعد رابطوں کا سلسلہ نہ صرف جاری رہا بلکہ مزید مستحکم ہوتا گیا۔

مقامی باشندوں (Indigenous لوگوں) کا تعارف

قارئین کی معلومات کے لئے Indigenous People کا تھوڑا سا تعارف پیش خدمت ہے۔ یہ لوگ نارتھ امریکا کے پرانے رہنے والے باشندے ہیں جو ہزاروں سال سے آباد ہیں۔ کینیڈا میں Indigenous People(aboriginal people) سے مراد First Nation, Metis, Inuit لوگ ہیں۔

پانچ سال کی کاوشوں اور رابطوں کے نتیجے میں، ذاتی تعلقات اور چھوٹے پیمانے پر کمیونٹی کے ساتھ بہتر تعلقات استوار ہونے پر جماعت نے فیصلہ کیا کہ اب ان رابطوں کو بڑے پیمانے پر پھیلانا چاہیے تا کہ دونوں اطراف کے احباب بہتر طور پر ایک دوسرے کے رسم و رواج اور اقدار کو سمجھ سکیں تا کہ آپس میں باہمی ہم آہنگی اور بھائی چارے کی فضا کو عہدیداران کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے درمیان بھی فروغ دیا جا سکے۔

21 جون کو Indigenous People کا دن منایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت نے فیصلہ کیا کہ ہم بھی ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کے طور پر دن مناتے ہیں اور 15 جون کو یہ دن منانے کا فیصلہ ہوا۔

رپورٹ

Indigenous People کا یہ رواج ہے کہ جب بھی کوئی چھوٹے یا بڑے پیمانے پر تقریب ہو تو اس کا آغاز اپنی ایک عبادت یا دعا سے کرتے ہیں۔ جس کو Smudging کہا جاتا ہے۔ اس کا مقصد اس جگہ کے لوگوں کو اور ان کے ذہنوں کو صاف کرنا یا ہماری زبان میں پاک کرنا ہے۔

12 جون بروز اتوار شام 5 بجے ان کے لیڈرز ہمراہ چند مرد و خواتین بیت الرحمت تشریف لائے۔ اس تقریب کا انعقاد مسجد کے باہر لان میں کیا گیا تھا۔ سسکاٹون جماعت کی طرف سے امیر صاحب، مربی صاحب اور دیگر کچھ دوست اس دعا میں شامل ہوئے۔ ان کی دعا کے بعد مربی صاحب نے بھی دعا کروائی۔ اسطرح دونوں اطراف کے لوگوں نے اپنے مذہبی روایات کا اظہار کیا۔

15جون 2022ء کو دوپہر ساڑھے تین بجے سسکاٹون پولیس کے شعبہ equity and cultural unit نے آ کر Indigenous people کا روایتی خیمہ جسے Tipi/Teepee کہتے ہیں جو کہ ان کی ثقافت کا حصہ بھی ہے مسجد بیت الرحمت کے لان میں لگایا۔

اس موقع پر ایمان افروز واقعہ بھی ہوا کہ تقریب والے دن سارا دن بارش کی پیشگوئی تھی پولیس والوں نے پیغام بھیجا کہ خراب موسم کی وجہ سے ہم یہ خیمہ نہیں لگا سکیں گے۔ مکرم راشد صاحب نے یہ بات امیر صاحب سسکاٹون کو بتائی امیر صاحب نے ہدایت دی کہ حضور کی خدمت میں دعا کے لیے لکھیں ساتھ ہی تمام volunteers سے بھی دعا کرنے کو کہا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے صبح کے وقت تھوڑی سی بارش کے بعد سارا دن بارش نہیں ہوئی اور پروگرام کامیابی کے ساتھ ہوا۔

15 جون 2022ء کی شام 5 بجے اصل پروگرام کا انعقاد ہوا جس میں Indigenous People کے لیڈر اور بڑی تعداد میں ان کے لوگوں نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ شہری انتظامیہ کے بہت سارے عہدیداران، ہیومن رائٹس پریزیڈنٹ، پولیس چیف اور شہر کے میئر نے شمولیت کی۔ تقریب کا آغاز پرچم کشائی سے ہوا۔ جس میں تین طرح

کے پرچم لہرائے گئے۔ First Nation and Every Child Matters کا جھنڈا پولیس چیف Try Cooper نے لہرایا اور Metis Nation کا جھنڈا ان کے لیڈر Glenn McCullon نے لہرایا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے انداز میں Prayer Song پڑھا۔ بعد میں مربی صاحب نے دعا کروائی۔

اس کے بعد تمام مہمان مسجد کے اندر جم میں تشریف لے گئے۔ جہاں پر پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ تقریب کا آغاز ایک پریڈ سے ہوا۔ جس میں لوگوں نے Indigenous Flags اٹھائے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے ان کے لیڈرز، شہری حکومت کے ممبرز اور جماعتی ممبرز شامل تھے۔ اس پریڈ کا مقصد مہمانوں کو عزت و تکریم دینا ہے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مکرم حبۃ اللہ صاحب نے سورت الفاتحہ اور سورت النور آیت 191-194 کی تلاوت کی اور انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد Indigenous Leader نے اپنے انداز میں Prayer Song پڑھا۔ اس کے بعد معززین نے خطاب کیا جس میں انہوں نے اس دن کی اہمیت اور Indigenous People کا معاشرہ میں کردار، بھائی چارہ، برداشت، مساوی حقوق اور جماعت کا شکریہ ادا کیا۔ ان مہمانوں میں میئر، پولیس چیف، فائر بریگیڈ کے نمائندے، ہیومن رائٹس کے سربراہ اور Indigenous leaders نے خطاب کیا۔ آخر میں مربی صاحب مکرم حیات باجوہ صاحب نے غیرمسلموں سے متعلق اسلام کی خوبصورت تعلیم پیش کی جس میں برداشت، بھائی چارہ اور ایک دوسرے کی اچھی باتوں کا ذکر کرنا ہے۔ مربی صاحب نے جماعت احمدیہ، حضرت مسیح موعود اور حضور انور ایدہ اللہ کے بارہ میں بتایا۔

اس کے بعد تمام مہمانوں کو جماعت کی طرف سے باربی کیو ڈنر پیش کیا گیا۔ آخر میں جم میں Pow Wow کی تقریب ہوئی۔ جس میں Indigenous People نے اپنی روایتی کلچرل چیزیں پیش کیں۔

اس پروگرام میں 350 مہمان شامل تھے۔

اعلان ولادت

مکرم یعقوب علی سدّھو آف لاہور حال مقیم مانچسٹر اعلان کرواتے ہیں:

اللہ نے اپنے فضل سے خاکسار کے بیٹے عزیزم ذیشان احمد سدّھو اور بہو عزیزہ عائشہ احمد کو مورخہ 25 جولائی 2022ء کو پہلے بیٹے عزیزم زیان احمد سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے نومولود کو وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل فرمایا ہے۔ نومولود مکرم احمد خان گلشن حال مقیم مانچسٹر کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے بچے کے نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

جزاکم اللہ

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادات...... از صفحہ 9

کے نزول کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ہر دوسرے مہینے سے زیادہ ہوں گی لیکن اس دقت کو حل کرنے کے لئے جب یہ ترجمہ کیا گیا قرآن اس کے بارہ میں اتارا گیا تو اس سے پھر کچھ دقتیں پیدا ہوتی ہیں۔مثلاً یہ کہ کیا قرآن کریم کے نزول کا مقصد رمضان کے ذکر کے سوا اور کوئی ذکر نہیں اور رمضان کا ذکر تو ہجرت کے بعد ہے۔سب سے پہلے رمضان شریف کا ذکر خود اس آیت میں ہجرت کے بعد ہے کیونکہ مدینہ میں شروع میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ صرف عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور قطعی طور پر یہ ثابت ہے بخاری میں بھی یہ حدیث ہے اور دوسری کتب میں بھی کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ یہود عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں یعنی دسویں محرم کا۔ اس پر آنحضور ﷺ نے پوچھا کہ کیوں رکھتے ہیں تو کسی نے بتایا کہ اس لئے کہ ان کی روایات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرعون کے مظالم سے دسویں محرم کو نجات ملی تھی۔

(مسلم کتاب الصیام یوم عاشوراء حدیث 2525)

اس لئے اس دن کو خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا دن مناتے ہیں اور اس لئے روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ یہود کے مقابل پر ہمارے زیادہ قریب ہیں۔ اس لئے یہ اعلان کر دو غالباً یہ اعلان ہوا ہے اسی دن یعنی جب روزہ تھا اس سے پہلے ایک رات معلوم ہوا ہے کیونکہ روایت میں پتا چلتا ہے کہ آپ نے یہ اعلان کروایا صبح کے وقت کہ جس شخص نے صبح روزے کا وقت شروع ہونے کے بعد اس اعلان کے سننے تک کچھ نہیں کھایا وہ کچھ نہ کھائے اور آج عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو کوئی کھا چکا ہے وہ اس کے بدلہ پھر کسی دن عاشورہ کا روزہ رکھے جس طرح رمضان کے روزے بعد میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔تو یہ پہلی مرتبہ آنحضور ﷺ نے عاشورہ کا روزہ جو رکھا وہ یہود کی اس روایت پر بنا کرتے ہوئے اور اس کی پہلی مرتبہ تلقین فرمائی لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ اس سے پہلے خود روزے نہیں رکھتے تھے اس سے انکار نہیں ہوتا۔اس روایت سے صرف یہ پتا چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے روزوں کی اپنے متبعین کو جو ہدایت فرمائی ہے وہ پہلی مرتبہ عاشورہ کے روزے کے متعلق فرمائی اور تاکید فرمائی کہ یہ چونکہ موسیٰ کی رہائی کا دن ہے اس لئے ہم سب اس میں روزہ رکھیں گے۔ اب قرآن کریم کا ایک کثیر حصہ نازل ہو چکا تھا اور اس میں رمضان کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے رکھنے کا حکم آیا تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اب اس کے بعد آزادی ہے چاہو تو عاشورہ کا روزہ رکھو چاہو تو نہ رکھو۔ خدا نے ہمیں اپنے ہمارے روزے عطا کر دیئے ہیں۔

(بخاری کتاب الصوم باب الصیام یوم عاشوراء حدیث نمبر :2001)

(خطبات طاہر جلد 7 صفحہ 246 تا 248 ،خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ اپریل 1988)

(باقی 10/ اگست 2022ء کو ان شاءاللہ)

فقہی کارنر

(حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں سوال پیش ہوا) سوال:۔ کبھی نماز میں لذت آتی ہے اور کبھی وہ لذت جاتی رہتی ہے اس کا کیا علاج ہے؟

جواب:۔ ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ اس لذت کے کھوئے جانے کو محسوس کرنے اور پھر اس کو حاصل کرنے کی سعی کرنی چاہئے۔ جیسے چور آوے اور وہ مال اُڑا کر لے جاوے تو اس کا افسوس ہوتا ہے اور پھر انسان کوشش کرتا ہے کہ آئندہ کو اس خطرہ سے محفوظ رہے۔ اس لئے معمول سے زیادہ ہوشیاری اور مستعدی سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح پر جو خبیث نماز کے ذوق اور انس کو لے گیا ہے تو اس سے کس قدر ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور کیوں نہ اس پر افسوس کیا جاوے۔ انسان جب یہ حالت دیکھے کہ اس کا انس و ذوق جاتا رہا ہے تو وہ بے فکر اور بے غم نہ ہو۔ نماز میں بے ذوقی کا پیدا ہونا ایک سارق کی چوری اور روحانی بیماری ہے۔ جیسے ایک مریض کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے تو وہ فی الفور علاج کی فکر کرتا ہے، اس طرح پر جس کا روحانی مذاق بگڑ جاوے اس کو بہت جلد اصلاح کی فکر کرنی لازم ہے۔

یاد رکھو انسان کے اندر ایک بڑا چشمہ لذت کا ہے جب کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو وہ چشمہ لذت مکدر ہو جاتا ہے اور پھر لذت نہیں رہتی۔مثلاً جب ناحق گالی دیدیتا ہے یا ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر بدمزاج ہو کر بد زبانی کرتا ہے تو پھر ذوق نماز جاتا رہتا ہے۔ اخلاقی قویٰ کو لذت میں بہت بڑا دخل ہے۔ جب انسانی قویٰ میں فرق آئے گا تو اس کے ساتھ ہی لذت میں بھی فرق آ جاوے گا۔ پس جب کبھی ایسی حالت ہو انس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا وہ جاتا رہا ہے تو چاہئے کہ تھک نہ جاوے اور بے حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہارے بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گم شدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے اور اس کا علاج ہے توبہ، استغفار، تضرع۔ بے ذوقی سے ترک نماز نہ کرے بلکہ نماز کی کثرت کرے جیسے ایک نشہ باز کو جب نشہ نہیں آتا تو وہ نشہ کو چھوڑ نہیں دیتا بلکہ جام پر جام پیتا ہے یہاں تک کہ آخر اس کو لذت اور سرور آ جاتا ہے۔ پس جس نماز میں بے ذوقی پیدا ہو اس کو کثرت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے اور تھکنا مناسب نہیں۔ آخر اسی بے ذوقی میں ایک ذوق پیدا ہو جاوے گا۔ دیکھو پانی کے لئے کس قدر زمین کو کھودنا پڑتا ہے جو لوگ تھک جاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں جو تھکتے نہیں وہ آخر نکال ہی لیتے ہیں۔ اس لئے اس ذوق کو حاصل کرنے لے لئے استغفار، کثرت نماز و دعا، مستعدی اور صبر کی ضرورت ہے‘‘۔

(الحکم 20 جلد 7 مئورخہ 31/ مئی 1903ء صفحہ 9)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

اگر منہ میں لقمہ ہو تو بات کرنے اور بولنے سے گریز کرنا چاہیے لیکن آجکل فاسٹ فوڈ کی روانی کے باعث لوگ خاص کر نوجوان اکثر ہاتھ میں کھانا پکڑ کر چل رہے ہوتے ہیں اور چلتے چلتے ساتھ کھا بھی رہے ہوتے ہیں اور آپس میں باتیں بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ نہ صرف کہ دیکھنے میں اچھی عادت ہے بلکہ خطرناک بھی ہے چلتے ہوئے کھانے نیز بولنے سے چوکنگ یا گلے میں لقمہ کے پھنس جانے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں نیز بازار وغیرہ میں چلتے ہوئے کھانے سے گرد و غبار و دھواں وغیرہ بھی ساتھ معدے کا حصہ بن جاتا ہے۔

طاہر احمد۔ نمائندہ الفضل آن لائن فن لینڈ

طلوع وغروب آفتاب

30/ جولائی 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:29	19:01
مدینہ منورہ		04:23	19:07
قادیان		04:10	19:27
ربوہ		03:50	19:07
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:55	20:54